ماھنامہ

صراطِ مستقیم

برمنگھم

July 2021

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم رحمہ اللہ

مولانا محمود احمد میرپوری رحمہ اللہ

Vol: 41 No. 09 July 2021

Dhul Qadah/DHUL HIJJAH 1442 AH

جلد: 41 شمارہ: 09 جولائی 2021ء

ذوالقعدہ/ذوالحجہ 1442ھ

فہرست مضامین

فکر ونظر	پارٹنرشپ یا نکاح (اداریہ)	محمد حفیظ اللہ خان المدنی	03
اتباع سنت	اتباعِ سنت اور بدعات سے اجتناب کی اہمیت	الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد حفظہ اللہ مترجم: حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ	05
تاریخ	مسلمانوں کے لیے بیت المقدس کی اہمیت	شیخ محمد صالح المنجد	08
فقہ وفتاویٰ	سوالات کے جوابات	ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)	11
مسائل قربانی	فضائل ذی الحجہ ومسائل قربانی	ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی	13
فقہی مسائل	شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی راہنما ہدایات	جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	16
تاریخ	بیت المقدس تاریخ کے آئینے میں	محمد انور محمد قاسم سلفی	21
حدیث وعلوم الحدیث	عمدۃ الأحکام، کتاب الطھارۃ: طہارت و پاکیزگی کی کتاب (قسط 6)	فضل الرحمٰن خطیب وامام محمد مسجد نیلسن یو کے	25
اسلام اور مغرب	انٹرویو نَو مسلمہ سمیہ	قاری ذکاء اللہ سلیم (امام وخطیب گرین لین مسجد یو کے)	27
اسلام کا معاشرتی نظام	بدگمانی اور غیبت کی ممانعت	محمد حنیف	32
کانفرنس	جنیوا میں رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس (قسط 1)	ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)	37
سیر وسوانح	رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا، مسکرانا اور مزاح فرمانا (قسط 46)	ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی	45

Correspondence Address:

SIRAT-E-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

(نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں)



پارٹنر شپ یا نکاح

محمد حفیظ اللہ خان المدنی

پاکستان کے علاقے سوات سے تعلق رکھنے والی ملالہ یوسف زئی کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ برطانیہ کی آکسفورڈ یونیورسٹی سے ڈگری یافتہ اور اب تک کی سب سے کم عمر نوبل انعام یافتہ خاتون ہیں۔ اس وقت بچوں میں تعلیم کو عام کرنے کی غرض سے پاکستان سمیت کئی ایک ممالک میں وہ اداروں کی سرپستی بھی کر رہی ہیں۔ رفاہی کاموں کے علاوہ وقتاً فوقتاً ان کے مختلف بیانات آتے رہے ہیں اور کچھ عرصہ قبل ان کی باقاعدہ ایک سوانح حیات بھی منظر عام پر آچکی ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ سوانح عمری سمیت ان کے بیانات میں مختلف ایشوز پر ان کی رائے نہ صرف متنازع رہی ہے، بلکہ دین کی بنیادی تعلیمات سے متصادم بھی رہی ہے۔

ابھی حال میں ایک امریکی فیشن میگزین Vouge میں ان کا ایک تفصیلی انٹرویو شائع ہوا ہے۔ جس میں حسب معمول ملالہ نے شادی اور نکاح کے حوالے سے کیے جانے والے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے بلاجھجک کہہ دیا کہ لوگ آخر شادی کیوں کرتے ہیں۔ یہ بات میرے لیے ناقابل فہم ہے، اگر آپ زندگی میں کسی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو نکاح نامے پر دستخط کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ صرف زندگی کے پارٹنر بن کر کیوں نہیں رہ سکتے۔ دیگر الفاظ میں ملالہ کا کہنا ہے کہ نکاح وقت کا ضیاع ہے۔ نکاح کے بغیر بھی مرد اور عورت کے مابین ازدواجی تعلقات قائم کیے جاسکتے ہیں۔

ملالہ کی یہ سوچ بلاشبہ نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ یہ کھلم کھلا بدکاری کو جواز فراہم کرنا ہے۔ جس کا اظہار ایسی خاتون کر رہی ہے جو نہ صرف مسلمان ہے بلکہ عالمی شہرت کی حامل بھی ہے۔ مسلمان نوجوان طبقہ خصوصاً خواتین اور نوجوان لڑکیاں انہیں اپنا رول ماڈل تصور کرتی ہیں۔ اس خاتون پر وہ فخر کا اظہار بھی کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کی اپنی رائے، ان کی اپنی شخصیت تک محدود نہیں رہ سکتی۔ اس رائے کی بنیاد پر مسلمان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں بے راہ روی اور دین ومذہب سے آزاد رہنے کی سوچ کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ملالہ آکسفورڈ یونیورسٹی کی تعلیم یافتہ ہیں۔ کئی ایک موضوعات پر بلاجھجک بول سکتی ہیں۔ مگر ایک خالص اسلامی مسئلہ پر اپنی رائے دینے سے قبل وہ اسلام میں نکاح اور شادی کے مقاصد کا مطالعہ کر لیتیں تو اس قسم کی ہرزہ سرائی نہ کرتیں۔ تعجب ہے کہ محض پارٹنر شپ پر مبنی جس طرز زندگی کو وہ پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہی ہیں اور شاید اس طرز زندگی کو کئی ایک ازدواجی مسائل اور مشکلات کا حل بھی سمجھتی ہوں گی، اسی پارٹنر شپ نے مغربی ممالک میں خاندانی نظام کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے۔ جہاں ماں اور باپ کے حوالے سے تشکیل پانے والے نئے رشتوں کی، پارٹنر شپ کی زندگی جینے والی اولاد کے دل میں عزت وحرمت اور صلہ رحمی کا تصور تو دور کی بات ہے، ماں اور باپ خود اولاد کی نگاہ میں کسی عزت یا اہمیت کے حامل نہیں ہوتے۔ خاندان کیا ہوتا ہے، خاندان کی کیا اہمیت ہے، قطعاً اولاد کو اس کا علم نہیں ہوتا۔ اس کی ایک اہم وجہ نکاح کے بغیر ایک ساتھ زندگی گزارنے والے پارٹنرز اپنی اولاد کے تئیں کسی ذمہ داری کا نہ ادراک رکھتے ہیں اور نہ ہی وہ ایک پارٹنر پر قناعت کرتے ہیں۔

چنانچہ مرد ہو یا عورت ان کے تعلقات بیک وقت دیگر کئی مردوں اور عورتوں سے استوار رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد ہوس رانی اور جنسی خواہشات کی تکمیل ہوتا ہے۔ چونکہ وہ آپس میں کئی معاہدے میں بندھے نہیں ہوتے، لہٰذا جب جی چاہا ایک دوسرے کی زندگی سے یا تو ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتے ہیں یا محض ہوس رانی کی تکمیل کی غرض سے ان کی کبھی کبھی میل ملاقات رہتی ہے۔ ہمیں ایسے کئی نو مسلم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا جن کو اپنی ولدیت کا کوئی علم نہیں۔ محض پارٹنر شپ کی بنیاد پر پیدا ہونے والی اولاد والدین کی کامل توجہ، تربیت، محبت وشفقت، ایثار، مہربانی سے محروم ہو کر بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ حالیہ سروے کے مطابق یورپین ممالک میں جرائم پیشہ افراد میں 70 فیصد سے زائد ایسے نوجوانوں کی ہے جن کا بچپن Single parent یعنی صرف ماں یا باپ کے ساتھ گزرا ہے۔ اس احساس محرومی کی وجہ سے معاشرے کے خلاف ان کے سینے میں انتقامی جذبات پرورش پانے لگتے ہیں۔

کیا معاشرے کو ملالہ یوسف زئی اپنے اس پیغام کے ذریعہ یہی سوغات دینا چاہتی ہیں کہ جہاں جرائم کا چلن عام ہو، نئی نسلیں تباہ ہو رہی ہوں اور آپس میں محبت، ایثار وقربانی کا جذبہ ناپید ہو رہا ہو۔

اس کے مقابلے میں نکاح معاشرے میں پاکیزگی، عفت اور پاکدامنی کو فروغ دیتا ہے۔ نکاح کے

ذریعے مرد اور عورت ایک معاہدے کے ذریعہ اپنے آپ کو ایک پاکیزہ بندھن میں باندھ لیتے ہیں۔ مرد ایک شوہر اور باپ کی حیثیت سے نہ صرف اپنی ذمہ داریوں کا بخوبی ادراک رکھتا ہے بلکہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے انتہائی خوشدلی اور محبت کے ساتھ ہر قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ دوسری جانب عورت ایک بیوی اور ماں کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے خوشی ہو یا غمی، مشکلات ہوں کہ آسائش ہمہ وقت اپنے شوہر کے شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہے۔ نیز بچوں کی تربیت اور ان کی ہر ضرورت کی تکمیل میں ہمہ وقت کوشاں۔ گویا شوہر اور بیوی نکاح کی بنیاد پر محبت والفت، ہمدردی اور ایثار میں ایک دوسرے کے لیے اس لباس کی طرح بن جاتے ہیں۔ جو سرد وگرم موسم کے نقصانات سے محفوظ رکھنے والا، جسمانی عیوب کی پردہ پوشی کرنے والا اور انسانی خوبصورتی میں اضافہ کرنے والا ہوتا ہے۔ گویا کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے لیے اور اپنی اولاد کے لیے ہر قسم کے تحفظ اور سلامتی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

یقیناً ایسے ماحول میں پرورش پانے والی اولاد پاکیزہ بنیادوں پر نسل انسانی کی بقا کی ضامن بن جاتی ہے۔ اسی نکاح کی بنیاد پر سینکڑوں پاکیزہ رشتے استوار ہوتے ہیں جو باہمی محبت ہمدردی، اپنائیت اور عزت واحترام جیسی اعلیٰ صفات سے متصف ہوتے ہیں اور انہی رشتوں کی بنیاد پر خاندان تشکیل پاتے ہیں اور یہی خاندان ایک ایسے پاکیزہ معاشرے کی تشکیل کرتے ہیں جو ہر قسم کی فحاشی، عریانیت، بے راہ روی اور فسق وفجور سے پاک صاف ہوتا ہے۔

کیا ملالہ کے لیے یہ بہتر نہیں ہے کہ اگر انہیں معاشرے میں عزت وشہرت نصیب ہوئی ہے تو اس اعلیٰ مقام کو دین کے نام پر نہ سہی، انسانی شرافت ونجابت اور اعلیٰ اخلاق وکردار کو فروغ دینے اور معاشرے میں نیکی اور بھلائی کو عام کرنے کی غرض سے، پارٹنرشپ پر مبنی زندگی کے بجائے نوجوان طبقہ کو نکاح کی جانب راغب کرے اور اگر ان میں یہ حوصلہ نہیں تو کم ازکم اپنی شخصیت کو معاشرے میں فحاشی، بے راہ روی اور فسق وفجور کو فروغ دینے کا ذریعہ نہ بنائے اور ہمیشہ دین کے معاملے میں رائے کا اظہار کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھے کہ

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (سورۃالنور:19)

”بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ (ایسے لوگوں کے عزائم کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔“

والله ولي التوفيق

☆☆☆

نکاح سکون ومحبت کا ذریعہ

اسلام میں نکاح کو کسی نامحرم سے آپسی پیار ومحبت اور جائز تعلق کی بنیاد قرار دیا گیا اور اسے زندگی کی بہت سی اہم ترین ضروریات کی تکمیل، سکون واطمینان اور باہمی الفت ومودت کا ذریعہ بنادیا گیا:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ (سورۃالروم:21)

”یعنی اللہ نے تمہاری ہی نسلوں سے تمہارے لیے جوڑا بنا کر ایک دوسرے کے سکون اور آپسی پیار ومحبت کا انتظام فرمایا اور اس کو اللہ کی نشانیوں میں اہم نشانی قرار دیا۔“

نکاح نسل انسانی کے تحفظ کا ذریعہ

نکاح اور شادی فطری جنسی خواہشات کی تکمیل، نئی نسل کے وجود، پیدائش اور اس کی وجہ سے پیدا ہونے والے بچوں کی کفالت اور پرورش کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی لیے خاتون کو بیک وقت ایک مرد کے ساتھ وابستہ کرکے نسل انسانی کا تحفظ، نطفۂ انسانی کے مشتبہ ہونے کے امکان کو ختم کرنے اور نومولود بچے کے تئیں ماں باپ کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کا پابند کیا گیا اور اس کو یقینی بنادیا گیا کہ اصل باپ اور پرورش وکفالت کا ذمہ دار معلوم ومتعین رہے اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہے۔

☆☆☆

نکاح مختلف رشتوں اور قرابت داری کا ذریعہ

نکاح وہ سنت ہے جس کے ذریعہ صرف دو لوگوں کو باہمی پیار ومحبت اور الفت ومودت کے ساتھ مربوط نہیں کیا جاتا بلکہ بہت سے ایسے نئے رشتے بھی عطا کئے جاتے ہیں جو زندگی کو خوشگوار بنانے اور اس کی خوشیوں کو دوبالا کرنے اور دکھ درد بانٹنے کا سبب بن جاتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نسبی رشتوں کی طرح نکاح کی وجہ سے بننے والے رشتوں کو اپنے انعام واحسان کے طور پر بیان فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾ (سورۃالفرقان:54)

”اور وہی ہے جس نے پانی (کی مانند ایک نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال (کی قرابت) والا بنایا۔“

☆☆☆



اتباعِ سنت اور بدعات سے اجتناب کی اہمیت

الشیخ عبدالمحسن بن حمد العباد ﷾ | مترجم: حافظ عبدالحمید ازہر ﷫

کتاب اللہ میں بہت سی آیات وارد ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ سے صادر ہونے والے امور کی اتباع کی ترغیب دلائی گئی ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے حق اور ہدایت کی مخالفت کرنے نیز شرک و بدعات اور معاصی کے ارتکاب سے روکا گیا ہے۔ ان میں سے اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

”اور یہ کہ میرا راستہ سیدھا راستہ ہی ہے تم اسی پر چلنا اور راستوں پر نہ چلنا کہ ان پر چل کر اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتوں کا تمہیں اللہ حکم دیتا ہے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔“(سورۃ الانعام:153)

نیز یہ فرمان:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (سورۃ الاحزاب:36)

”اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق (حاصل) نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کریں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“

نیز فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

”پس جو لوگ آپ (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔“(سورۃ النور:63)

امام ابن کثیر ﷫ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔”مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت سے ڈرنا چاہیئے اور اس (حکم) سے مراد آپ کا راستہ، آپ کا منہج، آپ کا طریقہ، آپ کی سنت اور آپ کی شریعت ہے۔“ اس لئے اقوال واعمال کو آپ کے اقوال و اعمال کی میزان پر تولا جائے گا جو اس کے موافق ہو مقبول ہو گا اور جو اس کے مخالف ہو گا اسے اس کے قائل و فاعل پر لوٹا دیا جائے گا(یعنی رد کر دیا جائے گا) خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ» (صحيح مسلم: 1718)

”جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم (طریقہ و منہج) کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔“

یعنی رسول اللہ ﷺ کی شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ آفت کا شکار ہو جائیں یعنی ان کے دلوں میں کوئی نفاق یا بدعت پیدا ہو جائے یا انہیں دردناک عذاب آئے یعنی انہیں دنیا میں قتل یا حد شرعی کے نفاذ یا قید یا اسی قسم کی سزا کا سامنا کرنا پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (سورۃ الاحزاب:61)

”یقیناً تمہارے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ (کی ملاقات) اور روزِ قیامت (کے آنے) کی امید رکھتا ہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔“

نیز فرمایا:

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(سورۃ آل عمران:31)

”اے پیغمبر کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

امام ابن کثیر ﷫ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کے خلاف فیصلہ دے رہی ہے جو اللہ کی محبت کا دعوی کرتا ہے لیکن طریقہ محمدیہ پر نہیں ہے اس لئے کہ وہ درحقیقت جھوٹا ہے تاوقتیکہ اپنے اقوال و اعمال میں دین نبوی اور شرع محمدی ﷺ کی تابعداری کرے جیسا کہ صحیح (حدیث) میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ» (صحيح مسلم: 1718)

”جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے طریقے کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔“

اس لئے اللہ نے فرمایا:﴿ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ ”اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔“(سورۃ آل عمران:31)

یعنی تمہیں اس سے کہیں زیادہ مل جائے گا جس کے تم اس کے ساتھ محبت کے صلہ میں طالب ہو۔ اور وہ ہے اس کی تمہارے ساتھ محبت۔ پہلی

بات سے عظیم تر ہے جیسا کہ اہلِ علم و حکمت میں سے کسی کا قول ہے:

"عظمت یہ نہیں کہ تم محبت کرو، عظمت اس سے ہے کہ تم سے محبت کی جائے۔"

سلف میں امام حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے:

"کچھ لوگوں نے دعویٰ کیا کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے ان کی آزمائش کی۔"

﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ﴾ (سورۃ آل عمران:31)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(سورۃ البقرہ:38)

"پس جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔"

نیز فرمایا:

﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ0 وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ﴾

"تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ گمراہ ہو گا اور نہ تکلیف میں پڑے گا اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"(سورۃ طہٰ:123-124)

نیز فرمایا:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"(سورۃ النساء:65)

نیز فرمایا:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (سورۃ الاعراف:3)

"لوگو! جو (کتاب و سنت) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوا اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا رفیقوں (اولیاء) کی پیروی نہ کرو تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔"

نیز فرمایا:

﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ 0 وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ﴾

"اور جو کوئی رحمٰن کی یاد سے آنکھیں بند کرتا ہے یعنی تغافل اختیار کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور یہ شیطان ان کو اصل راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے راستے پر ہیں۔"(سورۃ الزخرف:36-37)

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف (ہی) رجوع کرو یہ بات بہت اچھی ہے۔"(سورۃ النساء:59)

نیز فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ﴾(سورۃ الشوریٰ:10)

"اور تم جس بات میں اختلاف کرنے لگو تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا۔"

نیز فرمایا:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾

"اے پیغمبر! کہہ دو اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول ﷺ کے حکم پر چلو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول ﷺ کے ذمہ تو صرف اس چیز کا ادا کرنا ہے جس کا اسے ذمہ دار بنایا گیا اور تمہارے ذمہ اس چیز کو ادا کرنا ہے جس کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو اور اگر تم اس کے حکم پر چلو تو سیدھا راستہ پاؤ گے۔ اور رسول ﷺ کے ذمہ تو صاف صاف احکامِ الٰہی کا پہنچا دینا ہے۔"(سورۃ النور:54)

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (سورۃ الحشر:7)

"سو جو چیز پیغمبر تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (سورۃ الحجرات:1)

ایمان والو کسی بات کے جواب میں اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو، اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾

"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جبکہ وہ (رسول) تمہیں ایسے کام کے لئے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو اللہ (تعالیٰ)، آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے رُوبرُو جمع کئے جاؤ گے۔" (سورۃ الانفال:24)

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ 0 وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴾ (سورۃ النور:51-52)

"مومنوں کی بات تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے حکم سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا، اللہ کا خوف رکھے گا اور اس کی نافرمانی سے بچتا رہے گا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں۔"

نیز فرمایا:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾ (سورۃ فصلت:30)

"جن لوگوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور اس بہشت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُم مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللَّهُ ۚ ﴾

"کیا ان کے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔" (سورۃ الشوریٰ:21)

نیز فرمایا:

﴿ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ (سورۃ الاعراف:157)

"تو جو لوگ اس (رسول) پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت اختیار کی اور اسے مدد دی اور جو نور اس کے ساتھ نازل ہوا اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں۔"

اور جب قرآن سننے کے بعد جنات اپنی قوم کی طرف نصیحت کنندہ بن کر گئے تو انکے متعلق فرمایا:

﴿ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ 0 وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴾ (سورۃ الاحقاف:31-32) "اے قوم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ! تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے، یہ لوگ صریح گمراہ ہیں۔"

(جاری ہے۔)

☆☆☆

عید الفطر کے دن مولانا شیر خان جمیل کی والدہ وفات پاگئیں

برطانیہ میں عید الفطر کے دن مولانا شیر خان جمیل احمد عمری کی والدہ محترمہ صفورہ خاتون بنت مولانا عبدالعزیز جامی عمری زوجہ شیر خان محمد اسحاق حفظہ اللہ ادونی کورونا مرض سے وفات پا گئیں۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

مرحومہ اس دور کی رابعہ بصری تھیں، پابند شرع اور خوش سیرت و کردار تھیں، اللہ پاک نے انہیں بہت ہی مالدار بنایا تھا اور اپنی دولت کو انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور لوگوں کی ڈھیروں دعائیں حاصل کرتی رہیں، ہر وقت ان کا دولت خانہ مہمانوں، علماء کرام، سفراء اور حاجت مندوں سے بھرا رہتا تھا، غرضیکہ ان کی زندگی ایک مثالی تھی اور موت بھی ایک مثالی تھی، اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں دی ہیں جو سبھی دینی سماجی اور رفاہی کاموں میں والد محترم کی نگرانی میں مصروف عمل ہیں، عید کے دن 13 مئی 2021ء کو بعد نماز مغرب مولانا شیر خان جمیل احمد عمری نے اشکوں کی برسات میں والدۂ مرحومہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ بہت سے احباب نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ کریم مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جنت الفردوس میں داخل فرمائے اور شوہر نامدار اور بچوں اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ایک ہزار سے زائد لوگوں نے مولانا جمیل عمری سے اظہار تعزیت کیا ہے، اللہ قبول فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆



مسلمانوں کے لیے بیت المقدس کی کیا اہمیت ہے اور کیا اس میں یہودیوں کا بھی کوئی حق ہے؟

میں مسلمان ہونے کے ناطے مسلسل یہ سنتا رہا ہوں کہ قدس شہر ہمارے لیے بہت ہی اہم ہے لیکن اس کا سبب کیا ہے؟ مجھے اس کا تو علم ہے کہ نبی اللہ یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصی اسی شہر میں بنائی اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصی میں سب انبیاء کی نماز میں امامت کرائی جو کہ سب انبیاء کی رسالت اور وحی الٰہی کی وحدت پر دلیل ہے۔ تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی ایسا سبب پایا جاتا ہے جو اس شہر کی اہمیت واضح کرے، یا کہ اس سبب سے کہ ہم یہودیوں کے ساتھ معاملات نہ کریں؟

یہودیوں کی طرف سے کیے جانے والے پراپیگنڈا سے تو مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس شہر میں ہم سے زیادہ حصہ یہودیوں کا ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔

اول: بیت المقدس کی اہمیت

اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ بیت المقدس کے فضائل بہت زیادہ ہیں جس کے بارہ میں آیات واحادیث بہت ہیں:

اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں اسے مبارک قرار دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحَانَ الَّذِی أَسْرَیٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِی بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔" (سورۃ الاسراء:1)

اور قدس ہی وہ شہر اور علاقہ ہے جو مسجد کے ارد گرد ہے تو اس لحاظ سے وہ بابرکت ہوا۔

اسی علاقہ کو اللہ تعالی نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مقدس کا وصف دیا، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ﴾ (سورۃ المائدۃ:21)

"اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالی نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔"

اس سرزمین میں مسجد اقصی پائی جاتی ہے جہاں ایک نماز اڑھائی صد (250) نمازوں کے برابر ہے۔

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ مسجد نبوی افضل ہے یا کہ بیت المقدس؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: میری مسجد میں پڑھی جانے والی ایک نماز وہاں (بیت المقدس) کی چار نمازوں سے افضل ہے اور وہ بھی نماز کے لیے کتنی عمدہ جگہ ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ کسی آدمی کے پاس اس کے گھوڑے کی رسی جتنی زمین کا ٹکڑا ہوگا جہاں سے اسے بیت المقدس نظر آئے گا، تو یہ اس کے لیے ساری دنیا سے بہتر ہوگی۔ (مستدرک الحاکم: 4/509) امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا اور امام ذہبی رحمہ اللہ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس میں ان کی موافقت کی ہے۔ (دیکھیں سلسلۃ احادیث صحیحہ، حدیث نمبر 2902)

مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نماز کے برابر ہے تو اس طرح مسجد اقصی میں ایک نماز اڑھائی سو (250) نماز کے برابر ہوئی۔

مسجد اقصی میں ایک نماز پانچ سو نماز کے برابر والی لوگوں میں مشہور حدیث ضعیف ہے۔ (دیکھیں تمام المنۃ للشیخ البانی رحمہ اللہ: ص292)

اور وہ ایسی پاکیزہ سرزمین ہے جہاں پر کانا دجال بھی داخل نہیں ہو سکتا، جیسا کہ حدیث میں ہے:

"وہ دجال حرم اور بیت المقدس کے علاوہ باقی ساری زمین میں گھومے گا۔" (مسند احمد: 23090)

سیدنا عیسی علیہ السلام دجال کو اسی علاقے کے قریب قتل کریں گے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے:

"سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ، فَيَقْتُلُهُ »

"عیسی بن مریم علیہ السلام دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔" (صحیح مسلم: 2937)

لد بیت المقدس کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

یہ وہی جگہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لیے مسجد حرام سے مسجد اقصی لے جایا گیا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى﴾ "پاک ہے وہ اللہ تعالی جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا۔" (سورۃ الاسراء:1)

یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث میں ہے، سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ «صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا»

نبی ﷺ نے سولہ یا سترہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔(صحیح مسلم:525)

معروف ومعلوم ہے کہ وہ جگہ مہبط وحی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وطن ہے۔

بیت المقدس ان مساجد میں سے ہے جن کی طرف سفر کرنا جائز ہے:

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«لاَ تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلاَثَةِ مَسَاجِدَ: المَسْجِدِ الحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ، وَالمَسْجِدِ الأَقْصَى»

”تین مساجد کے علاوہ کسی اور کی طرف ثواب کی نیت سے سفر نہیں کیا جاسکتا، مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصی۔“(صحیح بخاری:1189)

ایک لمبی حدیث ہے میں جسے سیدنا ابوہریرہ ؓ نے راویت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اسی مسجد میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک نماز میں امامت کرائی۔

حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

« فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ » ”نماز کا وقت آیا تو میں نے ان کی امامت کرائی۔“(صحیح مسلم:172)

تو اس لیے ان تین مساجد کے علاوہ زمین کے کسی بھی علاقہ کی طرف عبادت کی غرض سے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

دوم: سیدنا یعقوب ؑ کا مسجد اقصی کے تعمیر کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اب یہودی مسلمانوں سے مسجد اقصی کے زیادہ حق دار ہیں حالانکہ سیدنا یعقوب ؑ موحد اور توحید پر تھے اور یہودی مشرک ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہودی مشرک اس میں کچھ بھی حق رکھیں۔

اس کا معنی یہ نہیں کہ ان کے باپ سیدنا یعقوب ؑ نے مسجد اقصی بنائی تو اب یہ ان کی ہو گئی، بلکہ انہوں نے تو ان کے لیے یہ مسجد اس لیے بنائی کہ اس میں موحد اور اہل توحید نماز پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اگر چہ وہ ان کے اولاد کے علاوہ کوئی اور ہی کیوں نہ ہوں، اور مشرکوں کو اس سے دور کیا جائے چاہے وہ ان کی اولاد میں سے کیوں نہ ہوں۔

اس لیے کہ انبیاء کی دعوت نسلی نہیں بلکہ تقوی پر مشتمل ہوتی ہے۔

سوم: اور آپ کا یہ کہنا کہ نبی ﷺ نے سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نماز میں امامت کرائی یہ وحدت الٰہی اور وحدت رسالت کی پختہ دلیل ہے۔

تو یہ بالکل صحیح ہے اس لیے کہ سب انبیاء کا دین اور عقیدہ ایک ہی ہے کیونکہ ان سب کے دین کا منبع اور مصدر ایک وحی ہے جس سے سب انبیاء نے اپنی دینی تشنگی دور کی۔

اور ان کا عقیدہ بھی ایک ہی عقیدہ توحید ہے جو کہ اس کی طرف دعوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے، اگرچہ انبیاء کی شریعتوں میں تفاصیل کے اعتبار سے اختلاف ہے، ہمارے نبی ﷺ نے بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

«أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ»

”میں سیدنا عیسی بن مریم ؑ کا دنیا اور آخرت میں زیادہ حق دار ہوں، اور سب انبیاء علاتی بھائی ہیں ان کی مائیں مختلف اور دین ایک ہی ہے۔“(صحیح بخاری:3434)

علاتی بھائی کا معنیٰ یہ ہے کہ جن کا باپ ایک ہو اور ماں الگ الگ ہو اسے علاتی بھائی کہا جاتا ہے۔

اور ہم یہاں آپ کو یہ کہیں گے کہ آپ ایسا اعتقاد رکھنے سے باز رہیں کہ یہود و نصاری اور مسلمان اب ایک ہی مصدر پر ہیں کیونکہ یہ غلط اور غیر صحیح ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دین میں تحریف کر ڈالی جس میں یہ تھا کہ وہ ہمارے نبی محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی اتباع کریں اور ان کے ساتھ کفر نہ کریں، تو اب آپ دیکھیں کہ وہ نبی ﷺ کی نبوت کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

چہارم: قدس میں یہودیوں کا کچھ حصہ نہیں ہے اس لیے کہ وہ زمین دو وجہوں سے مسلمانوں کی بن چکی ہے اگر چہ پہلے وہاں پر یہودی رہتے رہے ہیں:

1۔ اس لیے کہ یہودیوں نے کفر کا ارتکاب کیا اور بنی اسرائیل کے مومنوں کے دین پر جنہوں نے موسیٰ ؑ کی پیروی واتباع کیا اور ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد کی یہودی ان کے دین پر واپس نہیں آئے اور اس پر عمل نہیں کیا۔

2۔ ہم مسلمان ان سے اس جگہ کا زیادہ حق رکھتے ہیں، اس لیے زمین پہلے رہائش اختیار کرنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ زمین کا مالک تو وہی بنتا ہے جو اس میں حدوداللہ کا نفاذ کرے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کو چلائے، وہ اس لیے کہ زمین اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی اور انسانوں کو اس لیے پیدا فرمایا کہ وہ اس زمین پر رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس میں اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت وحکم نافذ اور قائم کریں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾(سورۃ الاعراف:128)

”یقیناً زمین اللہ تعالیٰ کی ہی ہے وہ جسے چاہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بنادے اور آخر کامیابی انہیں کو ہوتی ہے جو متقی ہیں۔“

تو اسی لیے اگر کوئی عرب قوم بھی وہاں آجائے جو کہ دین اسلام پر نہ ہوں اور وہاں کفر کا نفاذ کریں تو ان سے بھی جہاد وقتال کیا جائے گا حتی کہ وہاں اسلام کا حکم نافذ ہو یا پھر وہ قتل ہو جائیں۔

اور یہ معاملہ کوئی نسلی اور معاشرتی نہیں بلکہ یہ تو توحید واسلام کا معاملہ ہے۔

فائدے کے لیے ہم چند ایک مقالہ نگاروں کی کلام نقل کرتے ہیں: "تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ فلسطین میں سب سے پہلے بودوباش اور سکونت اختیار کرنے والے کنعانی تھے، جنہوں نے چھ 6ہزار سال قبل میلاد وہاں رہائش اختیار کی جو کہ ایک عرب قبیلہ تھا اور جزیرہ عربیہ سے فلسطین میں آیا اوران کے آنے کے بعد ان کے نام سے اسے فلسطین کا نام دیا گیا۔" (كتاب الصيهونية أنشطتها تنظيماتها ، انشتطها، احمد العوضی: ص7)

اور یہودی تو یہاں پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے آنے کے بھی تقریباً چھ سو سال بعد آئے ہیں یعنی اس کا معنی یہ ہوا کہ یہودی یہاں پر پہلی مرتبہ چودہ سو سال قبل میلاد آئے، تو اس طرح کنعانی یہودیوں سے چار ہزار پانچ سو سال پہلے فلسطین میں داخل ہوئے اور اسے اپنا وطن بنایا۔ (ایضاص7)

تو اس طرح یہ تاریخی طور پر بھی ثابت ہوتا ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کا نہ تو اب کوئی حق ہے اور نہ ہی اس سے پہلے کوئی حق تھا، اور نہ تو کوئی شرعی اور دینی حق ہے اور نہ ہی قدیم رہائشی اور مالک ہونے کے اعتبار سے ہی کوئی حق ہے، بلکہ یہ لوگ غاصب اور ظالم ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں وہ ان نجس اور پلید یہودیوں سے جلد از جلد بیت المقدس کو پاک کرے اور انہیں وہاں سے نکالے اور اس میں دیر نہ کرے بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر قادر ہے اور وہ دعا کو قبول کرنے والا ہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔ واللہ اعلم

قرآن حکیم

مخلوق کے اقوال سے ممتاز ہے قرآں
مخلوق کے خالق کی یہ آواز ہے قرآں

ہر عقدے کا حل ملتا ہے قرآنِ مبیں میں
ہے کوئی معمہ نہ کوئی راز ہے قرآں

قرآن ہے بے تابیٔ ارواح کی تسکین
مایوس دلوں کے لیے دم ساز ہے قرآں

چودہ سو برس سے وہی صورت، وہی معنیٰ
خود اپنی جگہ صورتِ اعجاز ہے قرآں

قرآن کی تعلیم بناتی ہے مؤدّب
ہے مخزنِ تعلم ادب ساز ہے قرآں

قرآن کی تعلیم سے ہے خلق کی تزئین
اخلاقِ محمد ہی کا انداز ہے قرآں

باطل کہیں ٹھہرا ہے صداقت کے مقابل
عصفور ہے الحاد تو شہباز ہے قرآں

قرآن کی اطاعت ہی سے ملتی ہے ولایت
مسلم کے لیے باعث اعزاز ہے قرآں

دنیا کی قیادت ہو کہ عقبیٰ کی سعادت
مؤمن کے لیے شہ پرِ پرواز ہے قرآں

پاتا ہے جہاں ذوقِ خود آگاہی سرانجام
ایمان کا وہ نقطۂ آغاز ہے قرآں

ہے کوزۂ الفاظ میں دریائے معانی
ہے غیرتِ تفصیل وہ ایجاز ہے قرآں

اللہ کے قانون کے اجرا میں ہے راحت
اللہ کے قانون کی آواز ہے قرآں

قرآں پہ عمل رحمت وبرکت کا سبب ہے
عاجز کے لیے باعث صد ناز ہے، قرآں

مولانا عبدالرحمٰن عاجز مالیر کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ

سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

سوال: یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ چینی ترکستان کے یغور مسلمانوں پر کیسے ظلم وستم ڈھائے جارہے ہیں۔ ان سے فیکٹریوں اور سرکاری کیمپوں میں جبری محنت کرائی جاتی ہے اور پھر ان کا تیار کردہ مال کئی مشہور کمپنیوں جیسے ایمزون، ایپل، مائیکروفاسٹ اور سیم سونگ کے توسط سے عالمی منڈیوں میں کھپایا جاتا ہے۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ ایمزون یا سیم سنگ کی کون سی خصوصی پراڈکٹس انہی مجبور ومقہور مسلمانوں کی جبری محنت حاصل ہے لیکن گمان یہی ہے کہ اس کا کچھ حصہ یقیناً انہی لوگوں کے استحصال کا نتیجہ ہو گا، تو کیا ہمارا ان کمپنیوں سے لین دین کرنا چین کے ان مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی اذیت رسائی کا باعث نہ ہو گا کہ انہیں ان کی محنت کا جائز معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ تو میرا یہ سوال ہے کہ اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے کیا ایمزون اور اسی طرح کی دوسری عالمی کمپنیوں سے چیزوں کی خرید جائز ہو گی؟

جواب: ایمزون ایک بڑی مارکیٹ کی مانند ہے جو ہزارہا چیزوں کی خرید وفروخت کرتی ہے جس کا ایک معمولی حصہ چین کی درآمدات کا بھی ہے۔ ہمیں یقیناً ایغور مسلمانوں سے ہمدردی ہے جن کی محنت شاقہ کا چین کی برآمدی ایجنسیوں کی طرف سے بری طرح استحصال کیا جارہا ہے لیکن کسی بھی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک ثمر آور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ بات چینی مسلمانوں کے مسئلہ پر بھی صادق آتی ہے۔ ایمزون یا اس جیسی دوسری کمپنیوں کا بائیکاٹ اس میں شاید ہی مؤثر ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے بارآور جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس سلسلے میں اقوام متحدہ، امریکہ اور مسلم ممالک کے ساتھ لابنگ زیادہ مفید ثابت ہو گی۔ سب سے کم تر سطح پر ہم انفرادی طور پر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس مسئلہ کو اجاگر کرتے رہیں تو بہتر ہو گا۔

سوال: ایک خاتون استاد کی حیثیت سے میں طالبات کو ایل ایل بی یعنی قانون کی آن لائن تعلیم دے رہی ہوں۔ مجھے کسی نے چند دن قبل ہی آگاہ کیا ہے کہ شاید انسانی وضع کردہ قانون کی تعلیم دینا حرام کے زمرہ میں آتا ہو کیونکہ یہی طلبہ وطالبات فارغ التحصیل ہو کر اسی قانون پر عمل درآمد کریں گے اور کرائیں گے اور یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بعض طلبہ صرف خاندانی دباؤ کی بنا پر اس شعبہ تعلیم سے وابستہ ہو جاتے ہیں، ان کا عملی زندگی میں قانون کو اپنا پیشہ بنانے کا ارادہ نہیں ہوتا تو آیا میں ہر طالبہ سے پہلے دریافت کروں کہ آئندہ اس کا کیا ارادہ ہے؟ میں اس وقت شدید مخمصے میں ہوں، نہیں جانتی کہ میرا یہ مشغلہ حلال ہے یا حرام؟ کہیں شیطان مجھے اس ذریعہ معاش کو برقرار رکھنے کے لیے بہکا تو نہیں رہا؟

جواب: جو چیز حرام ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کے وضع کردہ قانون کے خلاف فیصلہ دیا جائے اور یہ کام ایک جج یا قاضی کا ہے نہ کہ ایک وکیل کا، جس کا اصل کام یہ ہے کہ ایک بے گناہ شخص کو بری کرانے کے لیے یا ایک محروم شخص کو اس کا حق دلانے کے لیے عدالت کے روبرو اس کی وکالت کرے۔ زیادہ تر مقدمات اسی دوسری نوعیت کے ہوتے ہیں جو کہ ایک مظلوم شخص کی اعانت کے زمرے میں آتے ہیں۔ البتہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے طلبہ وطالبات کو ہمیشہ یہ بات یاد دلاتی رہیں کہ بحیثیت وکیل آپ اس شخص کی وکالت نہیں کریں گے جو غیر شرعی طور پر کسی کا حق چھیننا چاہتا ہو۔ ایک غیر مسلم ملک میں ایک مسلمان کو بھی اپنے حقوق کے حصول کے لیے مقامی عدالتوں کی طرح رجوع کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں اور جب عدالت میں جانا لازم ٹھہرا تو وکلاء سے مدد لینا بھی ضروری ہو گا جو کہ قصاص قانون کو اچھے طریقے سے سمجھتے ہوں اور اس لحاظ سے آپ کے لیے قانون کی تعلیم دینے میں قطعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال: میرا نام قسطنطین الیگزانڈر (اسکندر) ہے۔ میں خود ایک ملحد ہوں اور اگر میں برضا ورغبت اسلام قبول کر لوں تو کیا مجھے اپنا نام بدلنا ہو گا کہ یہ دونوں نام غیر مسلم ہستیوں کے ہیں، کیا میں اپنا انگریزی خاندانی نام بھی برقرار رکھ سکتا ہوں۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ بت پرستوں کے ناموں کی اسلام میں حرمت ہے!!

جواب: تمام غیر معروف نام حرام نہیں ہیں۔ البتہ ایسے نام رکھنا حرام ہے جن سے صریحاً شرک جھلکتا ہو جیسے عبد المسیح یا ایسے نام جو دیوتاؤں کی حیثیت سے معروف ہوں، جیسے رام، کرشن، گوتم بدھ وغیرہ۔

قسطنطین اور اسکندر ایسے ناموں میں شامل نہیں، اس لیے انہیں ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ نام رکھتے وقت ایسے ناموں کو ترجیح دینا چاہیے جن کی نسبت اللہ کی طرف ہو جیسے عبد اللہ، عبد الرحمٰن یا انبیاء یا صحابہ کے نام ہوں۔

چونکہ نام کا انسان کی شخصیت پر بڑا اثر پڑتا ہے اس لیے نام رکھتے وقت ایسی ہستیوں کی طرف نسبت کرنا بہتر ہے جن کی شہرت تقویٰ، سخاوت، بہادری جیسے اوصاف کی بنا پر ہو اور ایسے ناموں سے احتراز کیا جائے کہ جو ایسے لوگوں کی یاد دلاتے ہوں جو قتل وغارت، خیانت یا گناہوں میں ملوث رہے ہوں۔

نبی ﷺ نے ناشائستہ ناموں کو بدلنے کی ہدایت کی ہے۔ ایک خاتون کا نام عاصیہ (یعنی گناہگار) تھا۔ نبی ﷺ نے بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔

مشہور تابعی سعید بن المسیب بن حزن کہتے ہیں کہ میرے دادا کا نام حزن (یعنی درشتگی اور سختی) تھا۔ نبی ﷺ نے کہا کہ اسے بدل کر اپنا نام 'سہل' (یعنی آسانی) رکھ لو لیکن افسوس کہ انہوں نے اس ہدایت پر عمل نہیں کیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے خاندان میں ابھی تک حزونت (درشتگی اور سختی) پائی جاتی ہے۔

سوال: میں نوجوانی کے اوائل یعنی پندرہ برس کی عمر میں ایک جھگڑالو مزاج رکھتا تھا اور ایک دفعہ اپنے گھر کے بعض افراد کے ساتھ بحث ومباحثہ کے نتیجے میں اللہ کو، اس کے دین کو اور نبی ﷺ کو برے الفاظ سے ذکر کر بیٹھا لیکن بعد میں اتنا پچھتایا کہ اکثر روتے روتے ہچکی بندھ جاتی۔ سترہ سال کی عمر سے مجھے باقاعدہ نماز پڑھنے کی توفیق ہوئی اور میں نے مذہب سلف کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ٹھان لی۔ میں قرآن کی تلاوت کرتا رہا، میں نے اسلامی کتب کا مطالعہ کیا، مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کا التزام کیا اور صبح وشام کے اذکار کی بھی پابندی کرتا رہا۔ اب اس بات کو پندرہ سال گزر چکے ہیں لیکن میں اپنے کئے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ یہی خیال بار بار آتا ہے کہ آیا مجھے اس گناہ سے معافی مل سکے گی۔ میں نے تاریخ میں غیر مسلموں کے بارے میں تو پڑھا ہے کہ جنہوں نے بارگاہ الٰہی یا جناب رسول کی شان میں گستاخی کی تھی لیکن پھر انہیں اسلام لانے کی توفیق عطا ہوئی تو انہیں معافی کی بشارت دی گئی لیکن میں نے جو کچھ کیا تھا وہ حالت اسلام میں کیا تھا تو اس کا کیا بنے گا۔ براہ کرم میری تسلی فرمائیں تاکہ میرے غمزدہ دل کو تسکین حاصل ہو سکے۔

جواب: پندرہ سال کی عمر میں جو الفاظ آپ کی زبان سے صادر ہوئے وہ بلوغت کے قریب کا زمانہ تھا۔ اس لیے اس بات کو فراموش کر دیں۔ اگر آپ واقعی بالغ ہو چکے تھے تو سورۃ النساء کی آیت 17 کا مطالعہ کر لیں۔

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو جہالت کی بنا پر کسی برائی کا ارتکاب کر گذریں پھر جلد ہی اس سے باز آ جائیں اور توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم رکھتا ہے اور خوب حکمت والا ہے۔"

اور اس آیت کے مطابق بربنائے جہالت آپ نے کچھ برے الفاظ کہہ بھی دیے تھے لیکن پھر آپ نے صدق دل سے توبہ بھی کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ایسی توبہ کو قبول کرنے کی بشارت دے دی ہے اور اگر یہ الفاظ بربنائے منافقت کہے تھے تب بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

کچھ منافقین نے ایسی ہی گستاخانہ باتیں نبی ﷺ کی شان میں کہی تھیں تو سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 74 نازل ہوئی، جس میں ارشاد فرمایا:

﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِن فَضْلِهِ ۚ فَإِن يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَإِن يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾

"یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کیا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو چکے ہیں اور انہوں نے جس کام کا عزم کیا تھا وہ بھی پورا نہ کر سکے اور یہ صرف اس بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے انہیں دولتمند کر دیا ہے اور اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر منہ موڑتے رہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا وآخرت میں دردناک عذاب دے گا اور زمین بھر میں کوئی ان کا نہ حمایتی ہو گا نہ مددگار ہو گا۔"

لیکن میں آپ کے بیان کردہ ماجرے سے یہ سمجھ سکتا ہوں کہ جو کچھ بھی آپ نے کہا وہ منافقت کی بنا پر نہ تھا بلکہ جہالت ونادانی کا شاخسانہ تھا کہ آپ کی عمر اس وقت صرف پندرہ سال تھی اور آپ اسلام سے پوری طرح واقف بھی نہ تھے، پھر اس کے بعد آپ کا نادم ہونا، اظہار تاسف کرتے رہنا، اسلامی شعائر کی پابندی کرنا، یہ ساری ایسی علامات ہیں جو آپ کی توبہ کے خالص ہونے کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور توبہ اگر پورے اخلاص کے ساتھ کی جائے تو یقیناً گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

☆☆☆



﴿إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾ (سورۃ التوبہ:36)

”اللہ کے ہاں سال بھر کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے، یہ معاملہ نوشتہ الٰہی میں اسی دن سے ہے جس دن اللہ نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔“

”محرم، رجب، ذی القعدہ اور ذو الحجہ۔ یہ چار ماہ حرمت والے ہیں۔“

﴿وَالْفَجْرِ 0 وَلَيَالٍ عَشْرٍ﴾(سورۃ الفجر:1-2)

”قسم ہے فجر کی اور قسم ہے دس راتوں کی۔“

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

☆ عشر سے مراد ماہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔(مسند احمد)

☆ عشرہ ذوالحجہ سال کے افضل ترین دن ہیں۔ ان میں عبادت کرنا، اللہ کو بہت پسند ہے۔ (صحیح بخاری)

☆ عشرہ ذی الحجہ میں کثرت سے تہلیل، تکبیر اور تحمید یعنی لا إله إلا الله والله أكبر ولله الحمد کہنا چاہیے۔(مسند احمد)

☆ عرفہ کے دن (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) کو اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔ (ابن خزیمہ)

☆ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال گزشتہ اور سال آئندہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم:1162)

☆ جو قربانی کرنا چاہیں وہ ذالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ تراشیں۔ (صحیح مسلم:1977)

☆ جو قربانی نہ دے سکتے ہوں، وہ بھی نماز عید کے بعد بال اور ناخن کٹائیں تو انہیں بھی قربانی کا ثواب ملے گا۔(مسند بیہقی)

☆ عید کے دن اچھا لباس پہننا اور خوشبو لگانا مسنون ہے۔(مستدرک حاکم)

☆ عید الاضحیٰ کی نماز، عید الفطر کے وقت سے پہلے پڑھنا چاہیے، احادیث میں آتا ہے کہ جب سورج ایک نیزہ برابر بلند ہوتا تو آپ ﷺ نماز عید الاضحیٰ ادا فرماتے تھے اور سورج دو نیزے برابر بلند ہو تو نماز عید الفطر ادا فرماتے۔“(مسند احمد)

☆ عید گاہ کو پیدل جانا مسنون ہے لیکن ضرورت ہو تو سواری استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(فتاویٰ للشیخ العثیمین)

☆ عید الاضحیٰ کی نماز کو جاتے ہوئے کچھ نہ کھا کر جانا اور نماز کے بعد قربانی کا گوشت تناول کرنا سنت ہے۔(صحیح بخاری)

☆ عید کی نماز آبادی سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنا مسنون ہے، بصورت مجبوری مسجد میں ادا کی جا سکتی ہے۔(سنن ابو داؤد)

افسوس ہے کہ برطانیہ اور یورپی ممالک میں چونکہ موسم اکثر وبیشتر سرد، تیز ہواؤں، آندھیوں، بارشوں والا اور غیر متوقع ہوتا ہے اس لیے عموماً اس سنت پر عمل آوری نہیں ہوتی۔ جب یہ عذر نہ ہو تو اس سنت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

☆ عورتوں کو عید گاہ لے جانا مسنون ہے۔ اگر عذر شرعی کی وجہ سے نماز ادا نہ کر سکتی ہوں تب بھی وہ عید گاہ جائیں تاکہ عید کی خوشی اور دعا میں شامل ہو سکیں۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

☆ نماز عید کے لیے جانے والی خواتین عطریات اور خوشبو کا استعمال نہ کریں تاکہ مردوں کے لیے فتنہ کا باعث نہ بن سکیں۔(صحیح مسلم)

☆ نماز عید کی دو رکعت ہیں، اس کے لیے اذان و اقامت کی ضرورت نہیں ہے۔(مسند بزار)

☆ عید گاہ میں نماز عید سے پہلے یا بعد میں کسی قسم کی نماز خواہ وہ سنت ہو کہ نفل، حضور ﷺ سے ثابت نہیں۔(فقہ السنہ)

☆ عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بارہ تکبیریں کہنی مسنون ہیں، پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات تکبیریں کہیں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں اور ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا مسنون ہے۔(مسند احمد)

نماز عید کی پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ، سورۂ جمعہ اور سورۂ ق میں سے کوئی ایک سورہ پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ، سورۂ منافقون اور سورۂ قمر میں سے کوئی ایک سورہ پڑھنا مسنون ہے۔(صحیح مسلم)

☆ اگر کسی کی نماز عید کی جماعت چھوٹ جائے تو وہ زائد تکبیرات کے ساتھ دو رکعت پڑھ لے۔ (صحیح مسلم)

☆ نماز عید کے بعد خطبہ ہو گا اور خطبہ میں اجتماعی دعا ہو گی۔(سنن ابن ماجہ)

☆ کھڑے ہو کر خطبہ دینا مسنون ہے، حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ (مسند بزار)

☆ عیدین کے خطبے بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر دینا مناسب نہیں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے عیدین کے موقعوں پر بیٹھ کر خطبہ دینا ثابت نہیں

ہے۔ حتیٰ کہ ان موقعوں پر آپ ﷺ مردوں کو خطبہ دینے کے بعد اس خیال سے کہ عورتوں کو پوری طرح آواز نہ پہنچی ہوگی، آپ ﷺ ان کے قریب تشریف لے جاتے اور دوبارہ انہیں مخاطب فرماتے تھے، بیٹھتے نہیں تھے، آج کل عیدین کے موقع پر غیر اہل حدیث خطباء حضرات کی اکثریت کا یہ معمول بن چکا ہے کہ وہ بیٹھ کر خطبہ دیتے ہیں، جن کی نمایاں تصاویر اخبارات اور رسائل کی زینت بھی بنتی ہیں۔

بد قسمتی سے کتاب و سنت سے دوری کی وجہ سے کئی بدعات وخرافات ہماری عبادات اور مساجد میں داخل ہو گئی ہیں، ان میں یہ بدعت بھی شامل ہے، اس لیے علماء کرام اور خطیب حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہوں اور اس بدعت سے احتراز واجتناب کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾(سورۃ الأحزاب:21)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔“

قربانی کا جانور نماز عید کے بعد ذبح کرنا چاہیے، اگر کوئی نماز عید سے پہلے ذبح کر ڈالے تو وہ قربانی نہیں ہوگی۔(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

برطانیہ میں بعض بے دین قسم کے دوکاندار اور تاجر لوگ پیشگی قربانی کے آرڈر لے لیتے ہیں اور نماز عید سے قبل بلکہ رات ہی میں ذبح کر کے صبح تک ان کا حصہ تیار کر کے ڈبوں میں پیک کر دیتے ہیں اور گاہک خوش ہو جاتے ہیں کہ نماز عید سے فراغت ہوتے ہی ان کی قربانی ادھر کٹی کٹائی تیار ہے اور جو لوگ خود سلاٹر ہاؤس (ذبح خانہ) جاتے ہیں، بسا اوقات اس کام میں پورا دن صرف ہوتا ہے، بعض دفعہ تیار شدہ گوشت دوسرے دن گھر پہنچتا ہے، پچھلے سالوں برطانیہ کے مسلم قائدین اور علماء کرام نے جب حلال گوشت کی جانچ پڑتال شروع کی تو بے ایمانی اور غیر دیانتداری کی ایسی کریہہ مثالیں سامنے آئیں کہ الامان والحفیظ!

اللہ انہیں ہدایت دے جو دنیا کی خاطر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں، اس لیے قربانی کا آرڈر دینے والوں کو اس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ ان کی قربانی نماز عید سے پہلے ذبح نہ ہو جائے۔

☆ رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے اور ہر سال برابر قربانی کرتے رہے۔(جامع ترمذی)

☆ پورے گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے۔(جامع ترمذی)

☆ قربانی کے جانور کے ہر ہر بال پر ایک ایک نیکی ملے گی۔(متدرک حاکم)

☆ قربانی کا جانور لاغر اور بیمار نہ ہو، ٹوٹے ہوئے سینگ والا، اندھا، کانا، لنگڑا اور نصف سے زیادہ کان کٹا ہوا نہ ہو۔(سنن ابن ماجہ)

☆ ایک اونٹ یا گائے میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔(صحیح مسلم)

☆ بغیر سود کے قرض حسنہ لے کر قربانی کرنا جائز ہے۔(نیل الاوطار للشوکانی)

☆ 10 ذی الحجہ سے 13 ذی الحجہ کی عصر تک قربانی کی جا سکتی ہے۔

☆ قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے لیکن ضرورت پر دوسروں سے بھی ذبح کروا سکتے ہیں۔(صحیح بخاری)

☆ قربانی رات کے وقت بھی کی جا سکتی ہے۔(فقہ السنہ)

☆ قربانی کا گوشت خود استعمال کرنا، فقراء و مساکین کو دینا، دوست و احباب اور خویش و اقارب میں تقسیم کرنا مسنون ہے۔(فقہ السنہ)

☆ جہاں غرباء و مساکین یا عزیز و اقارب نہ ہوں، وہاں سارا گوشت خود بھی رکھ سکتے ہیں۔(فتاویٰ صراط مستقیم، مولانا محمود احمد میرپوری رحمۃ اللہ علیہ)

☆ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو بھی دیا جا سکتا ہے۔(فتاویٰ صراط مستقیم، مولانا محمود احمد میرپوری رحمۃ اللہ علیہ)

☆ قربانی کا گوشت قصاب کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس کی اجرت اور مزدوری کے بدلے میں قربانی کا گوشت یا کھال دینا جائز نہیں ہے۔(فقہ السنہ)

☆ برطانیہ میں چونکہ کھالیں سلاٹر ہاؤس (مذبح) والے لیتے ہیں اور جانور کی قیمت میں اس کی کھال شامل نہیں ہوتی، اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ یہاں قربانی کرنے والے حضرات اس کے عوض ایک یا دو پاؤنڈ اللہ کی راہ میں خیرات کر دیں۔

☆ استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرنے والوں پر بڑی وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ مسلمانوں کی عید گاہ میں نہ آئے۔(مسند احمد، سنن ابن ماجہ)

☆ جائز طریقے سے عید کے دن خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا، اچھے کپڑے زیب تن کرنا، اچھے کھانے تناول کرنا، معقول شعر و شاعری کی محفلوں کا منعقد کرنا، اہل وعیال، دوست واحباب کے ساتھ سیر و تفریح، جشن ہائے عید کا اہتمام کرنا جائز بلکہ عید کا تقاضا ہے، ایسے موقع پر اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے اہل و عیال کے ساتھ خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔(خلاصہ فقہ السنہ)

☆ عشرہ ذی الحجہ سال کے افضل ترین دن ہیں۔ ان میں عبادت کرنا اللہ کو پسند ہے۔(صحیح بخاری)

☆ ذی الحجہ میں ایک عمل کا ثواب سات سو گنا تک مل سکتا ہے۔(الترغیب والترہیب)

☆ عشرہ ذی الحجہ میں نفلی روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ ان مبارک ایام میں روزے رکھا کرتے تھے۔(سنن ابو داؤد)

☆ عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے۔(صحیح ابن خزیمہ)

☆نماز عید کے لیے ایک راستہ سے آنا اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس ہونا مسنون ہے۔ (صحیح بخاری)

☆عید کے دن اور ایام تشریق (ذی الحجہ کی 11، 12 اور 13 تاریخ میں روزہ رکھنا منع ہے۔ (فتح الباری)

☆9 ذی الحجہ کی فجر سے 13 ذی الحجہ کی عصر تک فرض نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنا چاہیے۔

نماز کے علاوہ جب بھی موقع ملے تکبیرات کہتے رہنا چاہیے۔ (فقہ السنہ)

☆عید کی نماز کو آتے ہوئے اور عید گاہ میں نماز سے پہلے بلند آواز سے تکبیر کہیں۔

تکبیر یہ ہے:

الله أكبر الله أكبر لا إلٰه إلا الله والله أكبر، الله أكبر ولله الحمد (فقہ السنہ)

☆عورتیں بھی اپنی یا دوسروں کی قربانی کے جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کر سکتی ہیں۔ (صحیح بخاری)

☆☆☆

مبارک عید قرباں

مبارک عیدِ قرباں کا مہینہ پھر سے ہے آیا
پیمبرؐ کی وہ سنت بھول بیٹھے تھے جسے ہم سب
جزائے خیر ہے ہر ایک بُنِ موئے ذبیحہ پر
نہ کیوں اب شادماں ہو جائیں فقراء بھی یتامیٰ بھی
نہ بھولے اپنے پالنہار کو جوشِ مسرت میں
ہمیں یاد آئے ابراہیمؑ، ثاقب عیدِ قرباں سے
مرے خدا تو اٹھا لے وبا کو دنیا سے
الٰہی تو ہی تو ملجا ہے اور ماوا ہے
تو اپنے بندوں پہ چشم کرم جو فرما دے
تری مدد کی ضرورت ہے آج اقصیٰ کو
دعائے ثاقب عمری قبول کر مولیٰ!

خوشی اور شادمانی سے بھرا اب جام ہے لایا
اسی سنت کو زندہ کرتا ہے دن عیدِ قرباں کا
یہی وہ ماہ ہے جس نے دل مومن کو گرمایا
کہ ان پر سایہ افگن ہو رہی ہے رحمتِ مولا
مسلماں کے لیے سب سے فزوں تر مرضئ مولا
ہماری جانچ کی خاطر خدا نے دن یہ دکھلایا
سکوں کے ساتھ جڑیں لوگ کارِ عقبیٰ سے
ترے ہی ہاتھ میں سب کچھ مرے خدایا ہے
مجال کس کی ہے مولا کہ ان کو دہلا دے
دکھا سکیں گے نہ ہم منہ وگرنہ دنیا کو
طلب فقیر کی تجھ سے ہے مختصر مولیٰ!

نتیجۂ فکر: ڈاکٹر عبدالرب ثاقب، ڈڈلی

فقہی مسائل | تصوف

تصوف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی راہنماہدایات

جناب ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

فکر اسلامی میں تصوف

'اسلامی فکر' مسلمانوں کی ذہنی وعقلی کاوش کا نام ہے، اس کا وجود اسلام کے بعد عمل میں آیا اور یہ تحریف وخطا سے محفوظ ومبرا نہیں، مسلمانوں کی عقلی وذہنی ترقی کے ساتھ ساتھ اسلامی فکر میں ترقی ہوتی رہی اور اسی طرح زوال وانحطاط کا اثر بھی اس پر ہوا ہے۔

ابتداء میں اسلامی فکر کی بنیاد اجتہاد پر تھی اور اس میں سچائی اور ترقی کا وصف نمایاں تھا، پھر جب اس فکر میں تبدیلی پیدا ہوئی تو اس کا رخ بیرونی فکر کی جانب ہو گیا اور اجتہاد پر توجہ کم ہو گئی۔ مختلف نظریات ورجحانات کا امتزاج ہوا، یونانی، مشرقی اور برہمنی افکار کا عربی ترجمہ ہوا تو مسلمانوں کو بھی الٰہیات، طبیعیات، زاہدانہ اور اشراقی علوم سے واقفیت ہوئی اور اسی وقت سے تصوف، سحر، طلسمات اور حروف کے خواص سے متعلق علوم بھی پیدا ہوئے۔ دیگر زبانوں سے جو ترجمے ہوئے اس کا اثر اسلامی علوم پر بھی پڑا، عقیدہ وعمل کے جملہ گوشے کسی نہ کسی طرح خارجی فکر کے اثر میں آئے۔ مشرق کے تصوف وزہد کے ترجمہ کے بعد اسلامی فقہ کے مقابل اسلامی تصوف رونما ہوا اور اس نے اسلام دشمن رجحان اختیار کر لیا۔

تصوف کی ایک شکل تو وہ تھی جس میں ایمان واطاعت اور مجاہدہ ومحاسبہ کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، لیکن خارجی فکر کے اثرات جب نمایاں ہوئے تو تصوف کی جو شکل پیدا ہوئی اس سے اسلام کی تعلیمات واحکام کو مسخ کرنے کے سوا کوئی مقصد حاصل نہیں ہوا۔ تصوف میں قطب کا جو نظریہ پیدا ہوا اس کے فساد کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قطب میں اللہ تعالیٰ کی روح کا حلول مانا جاتا ہے اور یہ کہ وہ معصوم ہے، شرعی احکام اس سے ساقط ہیں، اس کو وسیلہ بنانا ضروری ہے، انسانیت کی نجات کا وہی مرکز ہے۔ بعض متاخرین صوفیاء نے وحدت شاملہ اور تجلی کا عقیدہ ایجاد کیا جس کی رو سے پوری کائنات عین اللہ ہے۔

رائے، کلام اور تصوف کا ظہور

اموی حکومت کے اواخر اور عباسی حکومت کے اوائل دور میں جمہور تبع تابعین گذر چکے تھے اور بہت سے عجمی لوگ اقتدار میں شریک تھے۔ اس دور میں ایران، ہندوستان اور روم کی بعض عجمی کتابوں کے عربی ترجمے ہوئے، نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان صادق تھا کہ

"پھر جھوٹ پھیل جائے گا، انسان بغیر طلب کے شہادت دے گا اور بغیر طلب کے قسم کھائے گا۔"

ان حالات میں تین مسائل کا ظہور ہوا، یعنی رائے، تصوف اور کلام۔ اسی طرح جمہوریت اور تمثیل کے نظریے بھی سامنے آئے۔

"اہل رائے کا بڑا طبقہ کوفہ سے تعلق رکھتا تھا، وہاں پر تشیع اور جھوٹ کے ساتھ ہی رائے کا غلبہ تھا، وہاں حدیث وفقہ کے سچے عالم وعابد بھی یقیناً موجود تھے لیکن اس کے ساتھ ہی روایت میں جھوٹ، فقہ میں رائے اور اصول میں تشیع کی کثرت تھی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 10/358)

تدریجی بگاڑ

رائے، کلام اور تصوف کے ماننے والوں میں تدریجی طور پر خرابی کس طرح پیدا ہوئی، اس کے متعلق شیخ الاسلام ؒ فرماتے ہیں:

" رائے، کلام اور تصوف وضع کرنے والے متقدمین عصر نبوت سے قربت اور انوار نبوت کے ظہور کے باعث اپنے کلام میں کتاب، سنت اور آثار کو شامل کیا کرتے تھے لیکن متاخرین میں اکثر لوگوں نے متقدمین کے اس طرح کے مسائل کو نکال دیا، متکلمین نے کتاب وسنت سے اعراض کر کے صرف بدعتی اصولوں کو ذکر کیا، اہل الرائے نے کتاب وسنت کو چھوڑ کر صرف اپنے ائمہ واصحاب کی آراء کو ذکر کیا، تصوف پر لکھنے والوں نے صحابہ کرام وتابعین کے طریقوں کو چھوڑ کر متاخر زاہدوں سے مروی اقوال وآراء کو اصل قرار دیا۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ: 10/367)

عبادات میں بدعت کے برے اثرات

بدعت دینی زندگی کے جس شعبہ میں داخل ہوتی ہے اپنے برے اثرات پیدا کرتی ہے اور بندہ کو اصل دین سے متنفر کر کے ہلاکت وگمراہی کی راہ پر ڈال دیتی ہے، امام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں:

" عبادات میں بدعت کرنے والوں کے سامنے شیطان ان عبادتوں کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، اس کے نتیجہ میں وہ شرعی راہ حتیٰ کہ قرآن وحدیث کے علم کو ناپسند کرنے لگے ہیں اور قرآن وحدیث کو سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ ان میں اتنی شدت پیدا ہو جاتی ہے کہ علم اور کتاب بلکہ قرآن کو بھی ناپسند کرنے لگتے ہیں۔ سقطی ؒ کا بیان ہے کہ مذکورہ لوگوں میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور قلم ودوات دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور بیٹھا نہیں۔ جبکہ جنید جیسے معروف صوفی کا قول ہے کہ ہمارا یہ قول کتاب وسنت پر مبنی ہے، اگر کسی نے قرآن نہ پڑھا ہو اور حدیثیں نہ لکھی ہوں تو اس کی پیروی نہیں کی جائے گی۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ: 10/411)

معیار حق کون ہے؟

کتاب وسنت میں اس بات کی صاف طور پر وضاحت کر دی گئی ہے کہ عقیدہ وعمل میں مسلمان کون سا اسوہ ونمونہ اپنے سامنے رکھیں اور حق وباطل کو پرکھنے کے لیے کس معیار وکسوٹی پر بھروسہ کریں۔

لیکن امت کی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ بہت سے لوگ اس تعلیم سے غافل ہو گئے اور اسلام کے مقرر کیے ہوئے معیار کو چھوڑ کر دوسری شخصیات اور ان کے اقوال ونظریات کو معیار بنا لیا۔ اسی سے امت میں افتراق واختلاف پیدا ہوا اور آج تک یہ سلسلہ باقی ہے۔ حق کو پرکھنے کے لیے اگر اسلام کا بتایا ہوا معیار اختیار کیا جاتا تو کبھی ایسی صورت پیدا نہ ہوتی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ شریعت کی اس کسوٹی کا ذکر کرتے ہوئے جادۂ حق سے بھٹکنے والوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

”سب سے افضل طریقہ اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ وہ ہے جس پر نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم تھے۔ اگر کسی نے علماء وفقہاء یا عباد وزہاد میں سے کسی کے طریقہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ سے افضل جانا تو وہ خطاکار، گمراہ اور بدعتی ہے۔“ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/14)

ائمہ وشیوخ کی جانب نسبت

مسلمان رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا کلمہ پڑھتا ہے اور قرآن کے مطالبہ کے مطابق آپ ﷺ کی اتباع کا اقرار کرتا ہے، اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ صرف قابل اتباع آپ ﷺ کی ذات ہے، کوئی امتی نبی کریم ﷺ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسوہ صرف آپ ﷺ کا مشروع ہے، اسی لیے امتی کو یہ بھی مناسب نہیں کہ شریعت پر عمل کے لیے کسی پیر یا شیخ سے خصوصیت کے ساتھ مربوط ہو جائے اور صرف اسی کو محترم اور مقتدا مانے۔

امت میں رسول اکرم ﷺ اور دیگر ائمہ وشیوخ کی جانب انتساب کا سلسلہ بعد کے ادوار میں شروع ہوا اور آج تک جاری ہے، کہیں کہیں یہ انتساب ایسی متعصبانہ اور غلو آمیز شکل اختیار کر لیتا ہے جس سے اندیشہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے لیے جس عقیدت واحترام اور اتباع واطاعت کا حکم ہے، اس کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو۔

شیخ الاسلامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے زمانہ میں بھی یہ مرض امت میں موجود تھا، جس سے یقیناً رسول اکرم ﷺ کی شان رسالت اور مطاع ہونے کی حیثیت پر حرف آتا تھا، اس لیے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا ہے:

”کسی جماعت کے کسی متعین شیخ کی طرف انتساب کا مسئلہ اس حیثیت سے قابل غور ہے کہ بلاشبہ لوگوں کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جس سے وہ قرآنی وایمانی احکام ومسائل سیکھیں، جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھا تھا، اسی طرح بعد کے لوگ پہلے والوں کی صحیح اتباع کرتے ہیں، جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ جس طرح آدمی قرآن سکھانے والے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح دین کا ظاہر وباطن سکھانے والے کی بھی اسے ضرورت ہے، لیکن اس کے لیے کسی مخصوص شیخ کی جانب انتساب کی کوئی ضرورت نہیں، جس سے مذہبی فائدہ حاصل ہو وہی شیخ ہے، یہ بھی غلط ہے کہ کسی مخصوص شیخ کی جانب انتساب کے بعد صرف اسی کے ساتھ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا جائے اور دیگر ائمہ ومشائخ کے ساتھ دشمنی یا بدعقیدگی ظاہر کی جائے، البتہ ایمان وتقویٰ میں جس شیخ کا درجہ جس قدر بلند ہو اسی اعتبار سے اس کے ساتھ محبت وعقیدت ہونا چاہیے۔“

(فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/511)

اسلام میں شرعی احکام کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں

شیطان کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں اور بندگان حرص وہوا کے ہتھکنڈوں کا کوئی شمار نہیں، ہر دور میں اور ہر جگہ باطل پرست، سادہ لوح مسلمانوں کو فریب دے کر اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں اور شریعت کی تعلیمات کو پامال کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے دجل وفریب کی ایک صورت یہ ہے کہ شرعی احکام کی مخالفت کو اپنے لیے جائز قرار دیتے ہیں اور لوگوں میں یہ تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے ولی ہیں اس لیے ان کے لیے شریعت کی پابندی ضروری نہیں۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ اسی دجل وفریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے فرماتے ہیں:

”اسلام کی ایک اصل رسولوں علیہم السلام پر ایمان ہے، اگر کوئی محمد ﷺ کی پیروی کو واجب نہ سمجھے، آپ کے حلال بتائے ہوئے کو حلال اور حرام بتائے ہوئے کو حرام نہ مانے اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی شریعت کو دین نہ سمجھے تو ایسا شخص یقیناً کافر ہے۔ شریعت محمدی سے خروج کو جائز سمجھنا گمراہی اور باطل پرستی ہے، اس دعویٰ کو زاہد وعابد انسان بھی پیش کرے تو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔“ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/52)

مقام ولایت اور اتباع شریعت

اسلام نے یہ صراحت کر دی ہے کہ بندے کی عظمت اور اللہ تعالیٰ سے اس کی قربت کا اصل راز شرعی احکام وتعلیمات کی پابندی میں پنہاں ہے، انسان کو اس وقت تک کوئی مقام ومرتبہ نہیں حاصل ہو سکتا، جب تک کہ وہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اپنے عقیدہ وعمل کو نہ ڈھالے۔ یہ تصور سراسر فاسد اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے کہ شریعت کے احکام کا مخالف کوئی

شخص ولایت کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اور اس مقام پر پہنچنے کے بعد انسان سے شرعی احکام ساقط ہو جاتے ہیں اور اسے کسی عمل کے بغیر ہی اللہ کا قرب حاصل رہتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خیال فاسد کی بڑے معقول ومدلل انداز میں تردید کی ہے، فرماتے ہیں:

"بندہ مؤمن ومتقی بنے بغیر اللہ کا ولی نہیں بن سکتا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (سورۃ یونس: 62-63)

"اللہ کے اولیاء کو کوئی ڈر اور غم نہ ہو گا وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرے۔" تو معلوم ہوا کہ کفار اور منافقین میں سے کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔

اگر کوئی شخص نیکی کے کام انجام دے کر اور برائیاں ترک کر کے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل نہ کرے وہ اللہ کا ولی ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی ولایت کا دعویٰ کرے اور فرائض ادا نہ کرے، حرام کاموں سے نہ بچے بلکہ اس کے مخالف کاموں کا ارتکاب کرے، اس کو اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں کہا جا سکتا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/190-191)

اتباعِ شریعت سے گریز کا بہانہ

اہل بدعت شرعی احکام سے گریز کے لیے طرح طرح کے سہارے ڈھونڈتے ہیں، تصوف کی اصطلاحات کا ذکر کرتے ہیں، کبھی خلاف عادت امور کی بنیاد پر اپنی بات ثابت کرنا چاہتے ہیں اور کبھی مرتبہ ولایت وخلت کا نام لے کر شریعت سے گریز کے رجحان کو خوبصورت رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

کم علم عوام کو اس طرح کی تلبیس اور فریب دینے والے باطل پرستوں سے محفوظ رکھنا اور شریعت کی صحیح راہ پر لگانا بہت مشکل کام ہے، کیونکہ بعض اوقات حق کا داعی اپنی بات کی ایسی محسوس دلیل نہیں پیش کر پاتا جیسی اہل بدعت پیش کرتے ہیں اور نہ کسی ایسی "مصنوعی کمائی" کے اظہار پر قدرت ہوتی ہے، لیکن دین اسلام کے تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ ایسے بندوں کو بھی دنیا میں پیدا کیا جو باطل پرستوں کی تلبیس کی تمام چالوں سے واقف اور ان کی تلبیس کے تمام چیلنجوں کو قبول کرنے کے لیے تیار تھے اور انہوں نے دنیا کے سامنے حق کو بدعت وگمراہی کی چالوں پر غالب کیا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شیخ احمد بن رفاعی کے طریقہ کے پیر وفرقہ بطائحہ سے جو مناظرہ ہوا تھا، اس میں اس طرح کے دل وفریب ہتھکنڈوں کی حقیقت اچھی طرح وضاحت ہوئی تھی اور شیخ الاسلام نے اپنی ایمانی بصیرت وجرأت سے اس باطل پرست فرقہ کے تمام دعاوی کو خاک میں ملا دیا تھا۔

باطل پرست صوفیا اپنی برتری ثابت کرنے کے لیے احوال، مجالس ومدارس اور باطن وظاہر وغیرہ خوساختہ اصطلاحات کا سہارا لیتے ہیں اور اس طرح شرعی احکام سے گریز کی راہ ڈھونڈتے ہیں، مناظرہ میں جب اس طرح کے الفاظ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آئے تو انہوں نے ایمانی بصیرت کے ساتھ جواب دیا کہ

"مجالس ومدارس، ظاہر وباطن، شریعت وحقیقت اور اس طرح کے دوسرے تمام الفاظ کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا، کسی کو اللہ کی کتاب اور رسول اکرم ﷺ کی سنت کی مخالفت کا اختیار نہیں خواہ وہ شیخ ہو یا فقیر، بادشاہ ہو یا امیر، عالم ہو یا قاضی، تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت واجب ہے۔"

باطل پرستوں کی ایک تلبیس میں ان کا یہ دعویٰ تھا کہ "آگ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو چیلنج کیا کہ آگ کا جو کرتب تم دکھاؤ گے میں بھی اسی طرح کا کام انجام دوں گا جو جل جائے گا اسے مغلوب قرار دیا جائے گا، لیکن شیخ الاسلام نے یہ شرط لگائی کہ آگ میں داخل ہونے سے پہلے ہر ایک اپنے جسم کو سرکہ اور گرم پانی سے دھولے گا۔ کیونکہ باطل پرست جسم پر ایسے تیل اور اجزا لگا لیتے تھے جس سے آگ کا اثر نہیں ہوتا تھا اور اس فعل کو لوگ ان کی کرامت اور کمال تصور کرتے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ

"کسی لمبے انتظام کی ضرورت نہیں، ابھی قندیل جلائی جائے اور دونوں فریق اپنی اپنی انگلیاں دھو کر اس کی لو پر رکھ دیں، جس کی انگلی جل جائے وہ ملعون ومغلوب مانا جائے گا، باطل پرست مناظر اس شرط پر تیار نہ ہوا اور سب کے سامنے اس کی رسوائی ہوئی۔

پھر شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بطور افہام ونصیحت ان کے سامنے حقیقت واضح فرمائی۔

"بالفرض تم آگ میں داخل ہو کر صحیح سالم نکل آؤ، ہوا میں پرواز کرو، پانی پر چلو یا اس طرح کا کوئی بھی کرتب دکھاؤ اس سے احکام شریعت کی مخالفت کے لیے جواز کا پہلو ہرگز نہیں نکلتا، نہ شریعت کا کوئی حکم اس طرح کے خلاف عادت کام سے منسوخ ہو گا کیونکہ دجال کے متعلق مذکور ہے کہ وہ آسمان سے پانی برسائے گا، زمین سے پودا اگائے گا، ویرانہ سے خزانہ نکالے گا، انسان کو قتل کر کے پھر زندہ کر دے گا، پھر بھی وہ جھوٹا اور ملعون ہی رہے گا۔ اس لیے یزید بسطامی کہا کرتے تھے کہ اگر تم کسی کو ہوا میں اڑتے ہوئے یا پانی پر چلتے ہوئے دیکھو تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ جب تک یہ

معلوم نہ کر لو کہ شریعت کے اوامر و نواہی سے متعلق اس کا رویہ کیا ہے؟

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

میری اس تقریر کے بعد باطل پرستوں نے امیر سے درخواست کی کہ ہمارے مابین صلح کروا دے، لیکن میں آگ کی کرامت کے اظہار کا برابر مطالبہ کرتا رہا مگر وہ لوگ کتراتے رہے، حاضرین نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے کہ حق غالب ہوا، باطل پرستوں کی چال ناکام ہوئی اور وہ ذلیل ہو گئے۔" (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/466)

عجائب و کرامات سے دھوکہ کھانا غلط ہے

عام طور پر لوگ خلاف عادت کام کو دیکھ کر ایسا کرنے والے کے بارے میں غلط عقیدہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس شخص کو ولی یا مقرب ماننے لگتے ہیں اور پھر اسی کے اشاروں پر بہت سے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، شریعت مطہرہ کے صاف اور صریح احکام کے ہوتے ہوئے خواہشات کی پیروی کرنے والے باطل پرستوں کے دام سے محفوظ رہنا بڑی بات ہے، ایسے غلط کار لوگوں کے سامنے جب بھی قرآن وسنت کی صحیح اور واضح تعلیمات پیش کی جاتی ہیں تو وہ جھٹ ان خلاف عادت کاموں کا بطور کرامت ذکر کرنے لگتے ہیں جن کا ظہور دین کے نام پر تجارت کرنے والوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ لوگ برحق اور اللہ کے مقرب ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان تلبیس کاروں کا تفصیل سے ذکر کر کے مدلل طور پر ان کا رد کیا ہے، فرماتے ہیں:

"یہ شرک ہے کہ بندہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو پکارے، مثلاً خوف، بیماری، فاقہ وغیرہ حالات میں مردوں یا غائب لوگوں کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا، ایسا کام شرک ہے اور اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے پر سب مسلمان متفق ہیں۔"

اس طرح کا شرک کرنے والوں کے سامنے کبھی کبھی شیخ کی صورت ظاہر ہوتی ہے، مشرک سمجھتا ہے کہ اس کا شیخ کوئی فرشتہ ہے، لیکن درحقیقت شیطان اس کے شیخ کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور اس آدمی کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارنے کی وجہ سے شیطان کو اس پر قابو مل جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ ایسے آدمی کو گمراہ کرنا آسان ہے، جو مشرکین بتوں کی پوجا کرتے تھے، ان کو بھی اس طرح کے حالات سے سابقہ تھا۔ شیطان ان کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور غیب کی بعض باتوں کی خبر بھی دیتا ہے، لیکن پھر بھی اس میں ایسی باتیں ہوتی ہیں جن سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ شیطانی حرکت ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ﴾

"میں تمہیں بتلاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں؟ وہ ہر ایک دروغ گو بدکردار پر اترتے ہیں۔" (سورۃ الشعراء: 221-222)

اس طرح کے جھوٹے اور فریب کار برصغیر پاک وہند، ترکی اور حبشہ کے مشرکوں میں بہت زیادہ ہوتے ہیں، ان میں کچھ اسلام کے دعویدار بھی ہوتے ہیں، یہ مٹی کو زعفران یا خون وغیرہ میں بدل دیتے ہیں، آگ میں اتر جاتے ہیں، سانپ کو کھا جاتے ہیں، اپنی چیخ سے کسی کو بیمار اور کسی کو مردہ بنا دیتے ہیں۔

اس طرح کے حالات اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب وہ شیطان کے بتائے ہوئے کام انجام دیتے ہیں۔ ایسے بدعتی اور کتاب وسنت کے مخالف لوگوں کے مذکورہ حالات کو نیک لوگوں کی کرامت سمجھنا غلط ہے، ایسی کرامت کا ظہور صرف متقیوں سے ہو سکتا ہے جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ کی زندگی اختیار کرتے ہیں، اللہ کے ولی ہو سکتے ہیں جو متقی ہوں اور کتاب وسنت کی پیروی کریں۔

بدعتی اور مشرک لوگوں سے جن تعجب انگیز کاموں کا ظہور ہوتا ہے، ان کی حقیقت ان احوال جیسی ہے جن کا ذکر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کے بارے میں ملتا ہے، ان کے بھی شیطان تھے جو مختلف امور کی خبریں دیتے تھے اور جھوٹوں کی مدد کرتے تھے۔

تلبیس کار مختلف قسم کے روغن یا دوائیں لگا کر خلاف معمول حرکات واعمال کا اظہار کرتے ہیں یا کسی چیز کو چھپا کر پھر ظاہر کرتے ہیں اور شعبدہ بازوں کی طرح ہاتھ کی صفائی سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

ایسے دجل وفریب والوں کا مقابلہ نیک مؤمن اور عمل صالح کی قوت سے کر سکتے ہیں لیکن جن کا ایمان کمزور اور عمل معمولی ہو گا وہ ان فریب کاروں کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔

مؤمن کو ایسے جھوٹوں سے ڈرنا نہیں چاہیے، نہ قرآن وسنت کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنا چاہیے اور ہمیشہ قرآن کریم کی بتائی ہوئی دعا کا ورد کرنا چاہیے: ﴿حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/663-669)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

"کسی کو ولی سمجھ کر اس کی تقلید میں رسول اکرم ﷺ کے فرمان کی مخالفت ناقابل قبول ہے، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام رحمہم اللہ کی تقلید میں بھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت جائز نہیں، رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے خلاف عادت کاموں کے وقوع پذیر ہونے کو دلیل بنا کر شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور ایسے شخص کو ولی مانتے ہیں، حالانکہ ان افعال کا ظہور ولایت کا معیار نہیں۔ ایسے افعال بہت سے کفار ومشرکین ومنافقین سے بھی صادر ہوتے ہیں۔ ولایت کے

لیے معیار صرف کتاب وسنت میں مذکور افعال واعمال ہی ہیں، اولیاء کو ان کے نور ایمان اور قرآن کی اطاعت ہی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: 11/214)

حاجت روائی و مشکل کشائی

شرعی تعلیمات سے ناواقف اور ایمان وعقیدہ میں کمزور لوگ اللہ کے نیک بندوں سے، جو اب دنیا میں موجود بھی نہیں ہیں، مدد مانگتے ہیں اور اپنی حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں۔

اسلام انسانی کرامات کی اس پامالی کا قائل نہیں وہ یہ نہیں چاہتا کہ محترم ومکرم انسان غیر اللہ کے سامنے دست طلب دراز کرے، اس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ انسان کا سر صرف انسان کے خالق کے سامنے جھکنے کے لیے بنایا گیا ہے، اسی کی ذات میں یہ قدرت ہے کہ مشکلات کو دور کرے اور حاجتوں کو پورا کرے اور اسی کی عظمت وبرتری کا تقاضا ہے کہ انسان اس کے سامنے اپنا ماتھا ٹیکے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلیم کو بڑے صاف لفظوں میں واضح فرمایا، لکھتے ہیں:

”جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی غائب مردہ یا شیخ کو پکارے، خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو، یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ سیدی فلاں! میں آپ کی کفایت اور پناہ میں ہوں۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں آپ سے مدد کا طالب ہوں یا آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اس طرح کا کام شرک اور گمراہی ہے۔“ (فتاوی ابن تیمیہ: 11/499)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ان بیانات سے اس حقیقت کی پوری وضاحت ہوتی ہے کہ کتاب وسنت کی منشا ومراد کے خلاف نہ کوئی دعویٰ معتبر ہو گا، نہ کسی کرامت وخرق عادت کو دلیل مانا جائے گا، کسی بھی کام کو شرعی حیثیت اسی وقت دی جائے گی اور اس پر ثواب کی امید رکھی جائے گی جب کہ قرآن وسنت سے اس کی مشروعیت کی واضح دلیل سامنے آ جائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح دین اور عبادات کے صحیح طریقوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عباد الله تَعَاهَدُوا الصَّلَاة على حبيبنا مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لِأَن الله تَعَالَى إِذا أَرَادَ بِعَبْدِهِ خيرا يسر لِسَانه للصَّلَاة على مُحَمَّد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم."

”اللہ کے بندو! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کو لازم پکڑو، کیونکہ جب اللہ بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی زبان پر درود کو جاری و ساری کر دیتا ہے۔“

(بستان الواعظین: 1/300)

برمنگھم کے مخلص نوجوان عبد المقتدر شاہد کے والد کی وفات

برمنگھم کے مخلص نوجوان جناب عبد المقتدر شاہد کے والد محترم جناب محمد خواجہ عرف خاجو بھائی 75 سال کی عمر میں کورونا کی وجہ سے حیدر آباد دکن میں انتقال کر گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

مرحوم پابند شرع اور نیک سیرت وکردار سے متصف تھے اور معروف عالم دین مولانا محمد عبد الہادی العمری المدنی کے سمدھی تھے، پسماندگان میں 4 فرزند اور ایک بیٹی اور اہلیہ سوگوار ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

ڈڈلی کے ڈاکٹر محمد اکبر کو صدمہ

ڈڈلی کے بزرگوار حاجی بدر الدین اور ان کے فرزند ڈاکٹر محمد اکبر کے پھوپھی زاد اور بہنوئی جناب محمد نجیب 68 سال کی عمر میں داغ مفارقت دے گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

مرحوم نیک وصالح پابند شرع اور خوش سیرت وکردار سے تھے۔ ان کی وفات پر جامع مسجد کوئنیس کراس ڈڈلی کی فضاء سوگوار ہے۔ احباب و اقارب سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا ہے کہ اللہ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

ڈڈلی کی بزرگ شخصیت حاجی منظور احمد وفات پا گئے

ڈڈلی کی بزرگ شخصیت اور موحد ومتبع سنت حاجی منظور احمد بقضائے الٰہی 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ إنا لله وإنا راجعون

مرحوم متشرع اور خوش سیرت تھے اور جامع مسجد کوئنیس کراس کے نمازی تھے۔ 30 اپریل کو بعد نماز جمعہ ڈاکٹر عبد الرب ثاقب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جس میں ان کے اقارب واحباب نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور مسجد کے قریب ڈڈلی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، اس موقع پر مرحوم کے فرزند کاشف منظور، داماد ڈاکٹر شیراز نذیر، بھانجے حاجی خلیل یوسف اور بہت سے احباب واقارب نے شرکت کی۔

☆☆☆☆



بیت المقدس تاریخ کے آئینے میں

محمد انور محمد قاسم سلفی

بیت المقدس کی اسلامی تاریخ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے، جبکہ آپ نے عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں کے شہر الخلیل میں پڑاؤ ڈالا، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بڑے فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مکہ آباد کیا اور آپ کے دوسرے فرزند سیدنا اسحاق علیہ السلام کے فرزند سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کو تعمیر کیا۔ اس کے چند سالوں بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بنے تو انہوں نے اپنے والدین اور تمام بھائیوں کو مصر بلالیا، جہاں وہ خوب بڑھے، پھلے اور پھولے اور اس طرح مصر میں ان کی آبادی تیزی سے پھیلتی رہی۔ اس کے سینکڑوں سال بعد جب مصر پر فرعون (ریمسیس) کی حکومت قائم ہوئی اور اس نے بنو اسرائیل پر ظلم وستم کی انتہا کردی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے بنو اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف ہجرت کی۔ فرعون نے ان کا پیچھا کیا، لیکن بحر احمر میں ڈبو دیا گیا۔

فلسطین آکر بنو اسرائیل نے طرح طرح کی نافرمانیاں شروع کردیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں وادی تیہ میں 40 سال تک کے لیے بھٹکا دیا۔ اسی دوران سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام نے عمالقہ جو اس وقت بیت المقدس پر قابض تھے سے جنگ کی اور بیت المقدس کے علاقے کو فتح کیا اور ان کے بعد سیدنا طالوت علیہ السلام کی قیادت میں ایک جنگ لڑی گئی جس میں سیدنا داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور اس طرح فلسطین کے سارے علاقے پر سیدنا طالوت علیہ السلام کی حکومت قائم ہوگئی۔ طالوت کے بعد سیدنا داؤد علیہ السلام بادشاہ بنے اور ان کے بعد ان کے فرزند سیدنا سلیمان علیہ السلام کی زبردست حکومت فلسطین کے پورے علاقے پر قائم ہوگئی لیکن سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کا بیٹا بادشاہ بنا وہ انتہائی عیاش اور بدکردار تھا۔ اس نے اپنی قوم میں بے حیائی اور بت پرستی عام کردی اور یہ بھی سابقہ اقوام کے اخلاقی اور اعتقادی بیماریوں میں مبتلا ہوگئے، جس کی وجہ سے اللہ نے بابل کے بادشاہ بخت نصر کو ان پر مسلط کردیا جس نے 578 قبل مسیح ایک زوردار حملہ کرکے سلطنت یہودیہ کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجادی، یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو پیوند خاک کردیا، ہزاروں لوگوں کو تہہ تیغ کردیا اور جو بچے اور عورتیں بچ گئے انہیں اپنے ساتھ عراق لے گیا۔

بخت نصر کی موت کے بعد وہ قیدی 70 سال بعد واپس فلسطین آگئے اور انہوں نے شہر یروشلم کو پھر آباد کیا اور چھوٹی موٹی ریاست تشکیل دی، لیکن پھر ان میں وہی خرابیاں رونما ہوگئیں، جس کی وجہ سے کبھی یونانیوں نے کبھی بابلیوں اور کبھی رومیوں نے انہیں اپنا غلام بنایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے عوام ہی نہیں علماء کا طبقہ بھی اس قدر گمراہ تھا کہ شرک، بدکاری، انبیا کے قتل اور شراب نوشی وغیرہ کو گناہ تک بھی نہیں سمجھتا تھا۔ ان یہودی علماء ربیوں اور فریسیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قید کرانے اور پھر سولی پر چڑھانے کے لیے طرح طرح کی سازشیں اور کس قدر پیچ حرکتیں کیں، اس کی کچھ تفصیل موجودہ انجیلوں میں بھی مل سکتی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماء کے بعد سن 70ء میں اللہ تعالیٰ نے ان پر رومی حاکم ٹیٹس کو مسلط کردیا، جس نے ایک لاکھ 33 ہزار یہودیوں کو قتل کردیا۔ 67 ہزار کے قریب غلام بنا لیے گئے، جنہیں بھوکے درندوں کے سامنے کھانے کے لیے ڈالا گیا، اٹلی اور یونان کے ایمفی تھیٹرس میں ان یہودی غلاموں کو نشانہ درست کرنے کے لیے لٹکایا گیا۔ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور خوبصورت لڑکیوں کو فاتحین کے لیے چن لیا گیا۔ اس کے بعد یہود 1750 سال تک پھر کبھی اس سرزمین میں آباد نہیں ہوسکے۔

بیت المقدس اسلام کے زیر سایہ

اسراء اور معراج کی رات رسول اکرم ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر اور پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں کی سیر اور پھر آسمان سے بیت المقدس کی طرف نزول اور پھر براق سے مکہ واپسی خود اس بات کے واضح اشارے تھے کہ اب بیت المقدس کی سرزمین جلد ہی اسلام اور مسلمانوں کے زیر سایہ آنے والی ہے۔ پھر رسول اکرم ﷺ کا سولہ یا سترہ ماہ تک مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا، گویا اس بات کی صراحت تھی کہ اب یہ مقدس سرزمین نہ یہود کی ہے نہ عیسائیوں کی، یہ صحیح دین اور صحیح اسلام کے پیروکار کی ہے۔

17ھ بمطابق 638ء کو جب مسلمانوں نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ملک شام کو فتح کیا تو بیت المقدس کا بھی محاصرہ کرلیا، تو بیت المقدس کے پوپ نے جس کا نام صرفانیوس تھا، مسلمانوں کے سامنے یہ شرط رکھی کہ اگر آپ کے امیر المؤمنین بذات خود یہاں تشریف لائیں گے تو میں شہر کی چابیاں ان کے حوالے کروں گا۔ چنانچہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کے ساتھ بیت المقدس کا سفر کیا اور بیت المقدس کے بطریق نے شہر کی چابیاں سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں۔ آپ نے وہاں پر اپنا مشہور عہد

لکھوایا جسے 'میثاق عمر رضی اللہ عنہ' کہا جاتا ہے جس میں آپ نے ایلیاء یعنی بیت المقدس کے تمام عیسائیوں کے جان و مال اور عزت و آبرو اور گرجا و کلیساء کی حفاظت کی گارنٹی عطا فرمائی اور انہیں دینی و مذہبی آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا فرمان جاری کیا۔

اس فتح بیت المقدس میں تین ہزار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد الاقصیٰ کے قریب ایک مسجد بنانے کا حکم دیا، جسے آج بھی مسجد عمر رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے اور مؤذن رسول سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور مسلمانوں نے نماز ادا کی۔

مسجد اقصیٰ مختلف مسلم ادوار میں

مسجد اقصیٰ خلفاء راشدین، خلافت بنو امیہ، خلافت بنو عباسیہ میں مسلمانوں کے ماتحت رہی۔ جب خلافت بنو عباسیہ روبزوال ہونے لگی تو عالم اسلام میں کئی چھوٹی موٹی سلطنتیں وجود میں آ گئیں جن میں سے ایک سلجوقی سلطنت تھی جو فلسطین اور شام میں تھی اور دوسری شیعہ رافضی فاطمی سلطنت تھی جو مصر میں قائم تھی، یہ نہایت ہی بدترین حکومت تھی۔ اس نے سنی سلجوقی سلطنت پر حملے شروع کر دیے اس لیے کہ بیت المقدس انہی کے زیر انتظام تھا، بالآخر انہوں نے بیت المقدس کو سلجوقیوں سے چھین ہی لیا۔ جب یورپ کے عیسائیوں نے دیکھا کہ دو مسلمان ریاستیں بیت المقدس کے لیے آپس میں لڑ رہی ہیں تو انہوں نے 493ھ بمطابق 1099ء میں ایک زبردست حملہ کر کے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ بیت المقدس کا فاطمی گورنر افتخار الدولہ مالی فدیہ دے کر بھاگ گیا اور تمام مسلمانوں کو اس شیعہ خبیث نے صلیبیوں کے حوالے کر دیا، جنہوں نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ عزتیں لوٹی گئیں، بچے بوڑھے عورتیں، کسی کو بھی نہیں بخشا گیا، عین مسجد اقصیٰ کے اندر وہ قتل وخون کا بازار گرم کیا گیا کہ الامان والحفیظ۔ اس کے بعد مسجد اقصیٰ کو گرجا گھر میں تبدیل کر دیا گیا اور قبۃ الصخرۃ پر صلیب نصب کر دی گی اور مسجد اقصیٰ کے برآمدے کو گھوڑوں کا اصطبل بنایا گیا اور پھر نوے سال تک کے لیے مسجد اقصیٰ صلیبیوں کے ناپاک ہاتھوں میں چلی گئی اور عیسائی فلسطین کے ایک اچھے خاصے رقبے پر قابض ہو گئے۔

سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی کی مجاہدانہ سرگرمیاں

اللہ تعالیٰ نے اسی دور میں سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو سرزمین شام میں صلیبیوں کے مقابلے کے لیے کھڑا کیا، مسجد اقصیٰ فتح کرنے کے بعد صلیبیوں کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فتح کے خواب دیکھنے شروع کر دیے، بلکہ انہوں نے اپنا ایک لشکر جرار سمندری راستے سے رابغ روانہ کر دیا تاکہ وہاں سے یہ لشکر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں پر حملہ آور ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے سلطان نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے انتہائی برق رفتاری کے ساتھ اپنی فوجوں کو خشکی کے راستے رابغ روانہ کر دیا۔ رابغ کے ساحل پر اسلامی افواج صلیبیوں کے لیے موت بن کر تیار کھڑی تھیں، نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کی افواج نے نہ صرف صلیبیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا بلکہ ان کو اس طرح ختم کیا کہ ان کا کوئی فوجی پلٹ کر پھر فلسطین نہیں جا سکا۔ اس سے صلیبیوں کے حوصلے اس طرح پست ہوئے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے خواب بھول گئے، اسی دوران سلطان زنگی کی وفات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی جگہ غازئ ملت سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو بیت المقدس کی آزادی کے لیے کھڑا کر دیا۔ جنہوں نے بے شمار معرکوں میں یورپی صلیبیوں کو شرمناک شکستیں دیں، لیکن ان کی سب سے بدترین شکست حطین کے معرکہ میں ہوئی۔ جس میں 30 ہزار سے زیادہ عیسائی مارے گئے اور 30 ہزار سے زیادہ گرفتار ہوئے جن میں اکثر یورپی ریاستوں کے شہزادے تھے، یہ معرکہ 25 ربیع الثانی 583ء بمطابق 4 جولائی 1187ء کو پیش آیا۔

اس معرکہ کے صرف تین ماہ بعد 27 رجب 583 کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو دوبارہ فتح کر کے مسجد اقصیٰ کو نصرانیوں کی غلاظت سے پاک کیا اور اس پر لگی ہوئی صلیب توڑی اور اس کے میناروں سے پھر سے اللہ اکبر کی صدا گونجنے لگی۔

جب تک بیت المقدس صلیبیوں کے چنگل میں تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ نے مرغ بسمل کی طرح تڑپتے رہے، ان کے چہرے پر حزن وملال کے آثار نمایاں رہتے تھے، کسی نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو اس اللہ کے شیر نے جواب دیا:

كيف يطيب لي الفرح والطعام ولذة المنام وبيت المقدس بأيدي الصليبيين؟

مجھے کیونکر خوشی اور کیسے کھانا اچھا لگے اور کیسے آرام سے سونے کی لذت آئے جب کہ بیت المقدس صلیبیوں کے قبضے میں ہے؟ سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کے ساتھ مصر کی رافضی فاطمی حکومت کو بھی ختم کر دیا جس نے بیت المقدس کو صلیبیوں کے ہاتھوں میں گروی رکھ دیا تھا۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء

مسجد اقصیٰ عثمانی خلافت میں

عہد ایوبی کے بعد پھر مملکوں کا دور آیا، اس دور میں بھی مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں میں محفوظ رہی۔ پھر ترکی کے عثمانی خلفاء بیت المقدس اور حرمین شریفین کے وارث بنے، انہوں نے بھی مسجد اقصیٰ اور حرمین کی بے مثال خدمت کی، انیسویں صدی کے اوائل تک یہود کی بیت المقدس یا فلسطین کے علاقے میں کوئی آبادی نہیں تھی، تقریباً 1750ء سال تک ان کا اس مقدس سرزمین پر کوئی وجود باقی نہیں رہا، 1838ء سے سرزمین میں ان کی دلچسپی شروع ہو گئی اور اکا دکا

یہودی خاندان فلسطین کی طرف ہجرت کرنے لگا، اسی دوران 1897ء میں "عالمی صیہونی تحریک" وجود میں آئی، جس کا بنیادی نصب العین سرزمین فلسطین پر قبضہ کرنا ے اور ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنا اور اس علاقے میں ایک یہودی ریاست قائم کرنا تھا، دنیا کے بڑے بڑے یہودی سرمایہ داروں نے اس تحریک کے لیے اپنے خزانوں کے دہانے کھول دیے اور دنیا کے یہودیوں کو اس بات کی ترغیب دی کہ وہ فلسطین کی طرف ہجرت کریں اور وہاں فلسطینیوں کی زمینوں کو اونچے داموں میں خریدیں۔ لیکن یہ کام خلافت عثمانیہ کی اجازت کے بغیر بڑے پیمانے پر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے لیے صیہونی تحریک کا عالمی صدر ٹیوڈور ہرٹزل خلافت عثمانیہ کے سربراہ سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے استنبول گیا۔

سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ فلسطین

سلطان عبد الحمید ثانی کا سب سے بہترین کارنامہ سرزمین فلسطین کے متعلق ان کی وہ واضح پالیسی، دوٹوک ایمانی رد عمل تھا جس کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کی وجہ ان کی مغفرت فرمادے گا۔ دنیا کی ساری صیہونی تنظیموں نے اپنے طور پر یہ کوشش کرلی کہ سلطان یہودیوں کو سرزمین فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے، اس سلسلے میں عالمی صیہونی تنظیم کے صدر "ٹیوڈور ہرٹزل" نے 1890ء میں سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان کی سرزمینِ فلسطین میں یہودیوں کو آباد ہونے کی اجازت طلب کی اور اس سلسلے میں انہیں 250 ملین فرانک بطورِ تعاون سلطنت عثمانیہ کو دینے کی پیشکش بھی کی اور یہ بھی یقین دہانی کرائی کہ فلسطین میں آباد ہونے والے یہود سلطنت عثمانیہ کے تابع وفرمانبردار ہوں گے اور سلطنت کے تمام قوانین ان پر لاگو ہوں گے اور اس سلسلے میں انہیں یقین کامل تھا کہ سلطان عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کی شاندار پیش کش کو کبھی ٹھکرا نہیں سکتے، اس لیے کہ دولت عثمانیہ اپنے بدترین مالیاتی بحران سے گزر رہی تھی، بیرونی قرض اس قدر زیادہ ہو چکے تھے کہ سلطنت اصل قرض تو کجا سود بھی ادا کرنے سے قاصر تھی، یورپ کے اس مردِ بیمار (Seek Men of The Europe) میں وہ دم خم باقی نہیں تھا کہ وہ اس گراں قدر امداد کو ٹھکرا دے، جس سے اس کی کئی مشکلات و پریشانیوں کا مداوا ہو جاتا اور سلطان عبد الحمید ثانی کی روشن خیالی اور مذہبی رواداری کے ڈنکے چہار دانگ عالم میں بجائے جاتے اور اس کے ساتھ ہی سلطنت عثمانیہ کو اور سلطان کو بقاء کی مہلت کے کچھ سال مزید مل جاتے لیکن قربان جائیو سلطان عبد الحمید ثانی کی ذات پر انہوں نے ان تمام مادّی اور سونے چاندی کے ڈھیر کو دیکھ کر اپنے ایمان کا سودا کرنے سے صاف انکار کر دیا، واضح اور دوٹوک الفاظ میں "ٹیوڈور ہرٹزل" اور اس کے وفد کو بتلادیا کہ

1۔والله لقبضة تراب قدس أحب إلي مما ترغبونني إليه

"اللہ کی قسم! بیت المقدس کی ایک مٹھی بھر مٹی مجھے اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس کی تم مجھے لالچ دلارہے ہو۔"

2۔ إن أرض فلسطين حصلوا آباءنا بالدماء ولا يحصل مني بالفلوس ما دمت حيا، فإذا مت لعلكم تحصلونه مجّانا

"فلسطینی سرزمین کو ہمارے آباؤ اجداد نے اپنے خون سے حاصل کیا تھا اور جب تک میں زندہ ہوں یہ مجھ سے پیسوں کے بدلے نہیں خریدی جا سکتی، جب میں مر جاؤں تو شاید تم اسے مفت ہی حاصل کرلو۔"

3۔ومستحيل أن أبيع فلسطين ولو شبرا منها، أرض فلسطين ليست أرضي، إنها أرض الأمة، فليحتفظ اليهود بملاينهم، وإنهم يستطيعون الإستيلاء على فلسطين وبدون مقابل في حالة واحدة فقط ألا وهي إنهيار الدولةالعثمانية . (السلطان عبد الحميد الثاني، د. محمد حرب:89)

"یہ میرے لیے ناممکن ہے کہ میں سرزمین فلسطین کی ایک بالشت زمین بھی فروخت کروں، اس لیے کہ یہ سرزمین میری نہیں بلکہ امت کی ہے، یہود اپنے کوئی ملین کی رقم کو اپنی جیب میں رکھیں اور وہ سرزمین فلسطین پر صرف ایک ہی حالت میں مفت میں قبضہ کر سکتے ہیں اور وہ اسی وقت ہو گا جب کہ سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہو جائے۔"

4۔والصيهونيون يريدون إنشاء حكومة لهم وإنتخاب ممثلين سياسيين لهم، وإني أفهم جيدا معنى تصوراتهم الطامعة، وإنهم لسذج إذا تصوروا إني سأقبل محاولاتهم إن هرتزل يريدون أرضا لإخوانه في دينه لكن الذكاء ليس كافيا لحل كل شيء.

"صیہونی اپنے سیاسی نمائندوں کو منتخب کر کے، سرزمین فلسطین پر اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں اور میں ان کے لالچی ارادوں کو اچھی طرح بھانپ چکا ہوں، وہ نہایت سادہ ہوں گے اگر انہوں نے میرے متعلق یہ گمان کر لیا کہ میں ان پیشکش کو قبول کر لوں گا، "ٹیوڈور ہرٹزل" اپنے دینی بھائیوں کے لیے ایک ہوم لینڈ چاہتا ہے، لیکن اسے یاد رکھنا چاہیے کہ مکاری ہر مسئلہ کو حل کرنے کے لیے کافی نہیں۔

5۔و لماذا القدس؟ إنها أرضنا فى كل وقت وفي كل زمان وستبقى كذلك، فهي من مدننا المقدسة وتقع في أرض إسلامية، لا بد أن تظل القدس لنا .(السلطان عبد الحميد الثاني، د. محمد حرب:89)

"آخر یہود قدس کے پیچھے ہی کیوں پڑے ہیں؟ سرزمین فلسطین ہر وقت اور ہر زمانے میں ہماری

سرزمین رہی ہے اور اسی طرح ہماری رہے گی، یہ ہمارے مقدس شہروں میں سے ایک ہے اور اور اسلامی سرزمین پر واقع ہے، تو اس لیے ضروری ہے کہ بیت المقدس ہمارے قبضے میں رہے۔"

6۔و تكون قد وقعنا قرارا بالموت عل إخواننا في الدين- يقصد الفلسطينيين- إذا لم تتوقف عملية توطين اليهود في فلسطين ومهاجرتهم إليها.(السلطان عبد الحميد الثاني، د. محمد حرب:90)

"اگر سرزمین فلسطین میں یہودیوں کو وطن بنانے اور اس کی طرف ان کی ہجرت کو نہ روکا جائے تو گویا کہ ہم اپنے دینی (فلسطینی) بھائیوں کی قراردادِ موت پر دستخط کررہے ہیں۔"

سلطان عبد الحمید ثانی کی ایمانی غیرت نے ایک لمحے کے لیے بھی اس کو برداشت نہیں کیا کہ دنیا کی رذیل ترین قوم کو اس مقدس سرزمین پر آباد کر کے ملت اسلامیہ کے سینے میں خنجر گھونپے، حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کا یہ اقدام ساری دنیا کے صیہونی، صلیبی اور ماسونی تنظیموں کو سیخ پا کر دے گا اور یہ ساری طاقتیں اپنی تمام صلاحیتوں کے ساتھ، ان کی ذات کے خلاف ایک بھرپور پروپیگنڈے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوں گی اور سلطنت عثمانیہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کریں گی، لیکن ان تمام خدشات کے باوجود اس مردِ مؤمن نے ایک لمحے کے لیے بھی اپنے موقف میں کوئی لچک نہیں دکھائی، بلکہ پوری جرأت اور بے باکی کے ساتھ اپنے اقتدار اور سلطنت کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوگیا، پھر وہ وقت بھی آیا کہ صیہونیوں نے 1909/04/25 کو سلطان عبد الحمید ثانی رحمہ اللہ کو خلافت سے معزول کر دیا لیکن افسوس کہ صیہونیوں اور ماسونیوں نے یہ کام بجائے خود انجام دینے کے محمود شوکت باشا، مصطفیٰ کمال پاشا (اتاترک) جیسے ضمیر فروشوں سے کروایا، جو اپنے آپ کو مسلمان اور ترک کہتے اور اتحاد وترقی کا نقیب گردانتے تھے۔ سچ ہے:

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

اور اس طرح مسجد اقصیٰ کا وہ عظیم محافظ جس نے صیہونیوں کی ناک میں نکیل ڈال رکھی تھی، یہودیوں کی سازشوں اور امت اسلامیہ کے غداروں کی بھینٹ چڑھ گیا۔ سچ ہے:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی، گھر کے چراغ سے

مسجد اقصیٰ اور صیہونی سازشیں

صیہونیوں نے دیکھا کہ جب تک سلطنت عثمانیہ باقی ہے، اس وقت تک فلسطین اور بیت المقدس کے متعلق اس کے عزائم پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس کے لیے انہوں نے ترکی افواج میں زیادہ سے زیادہ اپنے ایجنٹوں کو بھرتی کروایا جو نام کے تو مسلمان تھے لیکن ان کے دل و دماغ یہودیوں کے پاس گروی تھے، جن میں سے ایک مصطفیٰ کمال اتاترک بھی تھا، اسی دوران 28 جولائی 1914ء کو پہلی عالمی جنگ چھڑ گئی، جس میں ایک طرف جرمنی اٹلی اور اس کے حلفاء تھے تو دوسری طرف برطانیہ، فرانس، روس اور امریکہ وغیرہ تھے، اس میں سلطنت عثمانیہ کا اپنا کوئی مسئلہ نہیں تھا اور نہ ہی اس جنگ سے اس کا کوئی قریب یا دور کا تعلق تھا، لیکن صیہونیوں کے پلان پر عمل کرتے ہوئے غدار ملت مصطفیٰ کمال اتاترک نے سلطنت عثمانیہ کو زبردستی اس جنگ میں داخل کر دیا۔ ادھر برطانیہ نے عربوں کو ترکوں کے خلاف بھڑکا کر انہیں عظیم عربی سلطنت کا خواب دکھایا، جس سے متاثر ہوکر شریف مکہ حسین بن عبد اللہ نے ترکوں سے بغاوت کا اعلان کر دیا، یہ وہی شریف مکہ ہے جس کی اولاد آج بھی اردن پر حکومت کر رہی ہے اور لارنس آف عربیہ نے کئی عرب بدو وقبائل کو ترکی افواج کے خلاف بھڑکا دیا، جس کی وجہ سے سارا عرب خلافت عثمانیہ سے باغی ہوکر برطانیہ اور فرانس کی سازشوں کا شکار ہوگیا۔ اسی دوران صیہونیوں کی عالمی تنظیم کے صدر وائزمین نے انگریزوں کو یہ پیش کش کی کہ اگر وہ جنگ جیت کر فلسطین کی سرزمین پر یہودیوں کا وطن قائم کردیں تو اس جنگ میں یہودیوں کے سارے خزانے ان کے قدموں تلے قربان کردیے جائیں گے۔ چنانچہ برطانیہ کے وزیر خارجہ جیمس بلفور نے 2 نومبر 1917ء کو یہودیوں سے یہ وعدہ کیا کہ وہ ان کے لیے فلسطین میں ایک ہوم لینڈ قائم کریں گے، تاریخ میں اسے معاہدۂ بلفور یا اعلان بالفور (Balfour declaration) کہا جاتا ہے۔ اس اعلان کے ساتھ ہی سارے دنیا کے یہودیوں نے فلسطین کی طرف ہجرت کرنی شروع کر دی۔ اور ان کی آبادی میں بے تحاشہ اضافہ ہونے لگا، آخر 11 نومبر 1918ء کو پہلی جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا، جس کے نتیجے میں خلافت عثمانیہ تاش کے پتوں کی طرح بکھر گئی۔ عراق، حجاز اور فلسطین اردن اور مصر وغیرہ پر برطانیہ کا قبضہ ہوگیا اور لبنان وشام پر فرانس کا قبضہ ہوگیا۔ فرانسیسی جنرل ہنری گورو دمشق پر قبضہ کے بعد سلطان صلاح الدین رحمہ اللہ کی قبر پر گیا اور اپنے بوٹ کا قدم ان کی قبر پر رکھ کر کہا۔ صلاح الدین ہم آ گئے۔ اور دسمبر 1917ء میں برٹش جرنیل ایلن بی فاتحانہ انداز میں طور پر بیت المقدس میں داخل ہوا اور بڑے فخر سے کہا:

"میں آخری صلیبی ہوں۔"

پہلی جنگ عظیم کے بعد انگریزوں نے شریف مکہ کو حجاز کا، اس کے ایک بیٹے عبد اللہ کو اردن کا اور دوسرے بیٹے فیصل کو عراق کا بادشاہ بنا دیا، لیکن یہ صرف کٹھ پتلی حکمران تھے، اصل حکومت خود انگریز کر رہے تھے۔ اس دوران فلسطین میں یہودی دھڑا دھڑ آباد ہونے لگے اور برطانوی حکومت ہر طرح سے ان کی مدد اور حفاظت کرنے لگی۔ (جاری ہے)



گیارہویں حدیث:

عن أنس بن مالك رَضي الله عَنْهُ أَنَّ النبي صلى الله عليه وسلم كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلاءَ قَالَ: «اللهُمَّ إني أَعُوذُ بِكَ من الْخُبثِ والْخَبائِثِ»

(رواه البخاري، كتاب الوضوء، باب ما يقول عند الخلاء، برقم: 142، و مسلم، كتاب الطهارة، باب ما يقول إذا أراد دخول الخلاء، برقم: 375)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا انس بن مارک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ کلمات کہتے: "اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں، ناپاک جنوں اور ناپاک جننیوں سے۔"

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مفردات الحدیث

① الخُبُثُ: خاء اور باء پر پیش یہ خبیث کی جمع ہے اور "الخبائث" الخبیثۃ کی جمع ہے، اس سے مراد شیاطین ہیں، خواہ وہ نر ہوں یا مادہ۔

② إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ: اس سے مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں یہ الفاظ ذکر کیے ہیں: إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْخُلَ الْخَلَاءَ اس روایت سے مفہوم واضح ہو گیا کہ جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے۔

③ الخَلَاءُ: الخلاء سے مراد وہ جگہ جو قضائے حاجت کے لیے تیار کی گئی ہو۔

حدیث مبارکہ کی مختصر تشریح اور اس سے اخذ ہونے والے بعض مسائل

① حدیث کے مطابق جنات میں ناپاک جنوں کا وجود اور جنات میں مذکر اور مؤنث ہونے اور دونوں کا ضرر رساں ہونے کا ثبوت۔ اور ناپاک جنات سے رسول اللہ ﷺ کا اللہ کی پناہ طلب کرنا عقیدۂ توحید کو واضح کرتا ہے کہ پناہ صرف اللہ کی ہے وہی دیتا ہے حتیٰ کہ رسل علیہم السلام بھی اللہ کی پناہ کے محتاج ہیں اور اللہ سے ہی مانگتے ہیں۔

② ایک مسلمان کو شیطان کے شر سے بچنے کی زیادہ فکر کرنی چاہیے اور اس کے لیے ہمیشہ مسنون اذکار کو اپنانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے لیے شر، فتنہ، شیطان وغیرہ سے بچاؤ کے لیے اللہ کی پناہ طلب کرنے میں ہمارے لیے سبق ہے کہ ہم بھی ان سے اللہ کی پناہ اور حفاظت طلب کریں کیونکہ ہم اس کے زیادہ محتاج ہیں۔ حتی کہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ سے پہلے أعوذ بالله من الشيطن الرجيم یعنی شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کا حکم ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیطان ہر وقت ایک مؤمن پر حملے کی پلاننگ کرتا رہتا ہے اور مؤمن کو ہر وقت شیطان کے حملے سے چوکنا رہنا چاہیے اور اس سے بچنے کے لیے مسنون اعمال کرنے اور اذکار پڑھنے کا معمول بنانا چاہیے۔

③ ناپاک جنات سے پناہ طلب کرنے سے ایک سبق یہ بھی ملتا ہے کہ مؤمن ہر حال میں پاک ہوتا ہے۔ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اور پلیدگی سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے۔ ایمان اور پلیدگی دونوں اکٹھے جمع نہیں ہو سکتے ہیں۔

④ نبی کریم ﷺ نے ہر خیر اور اس کے حاصل کرنے اور ہر شر اور اس سے بچنے کا طریقہ بتایا ہے اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ دین مکمل اور اکمل ہے۔ ہر وہ شخص جو خیر کو حاصل کرنے کا متمنی ہے اور شر سے بچنے کا خواہشمند ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واتباع کو لازم پکڑ لے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

⑤ وہ اعمال جو بظاہر معمولی لگتے ہیں، درحقیقت وہ غیر معمولی ہوتے ہیں۔ عموماً بیت الخلاء میں جاتے اور نکلتے وقت شرعی آداب کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے جبکہ شرعی آداب کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری، اہم اور مفید ہے۔

بارہویں حدیث:

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - ﷺ - «إِذَا أَتَيْتُمْ الْغَائِطَ، فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ، وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلَكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا»

قَالَ أَبُو أَيُّوبَ: " فَقَدِمْنَا الشَّامَ، فَوَجَدْنَا مَرَاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ نَحْوَ الْكَعْبَةِ، فَنَنْحَرِفُ عَنْهَا، وَنَسْتَغْفِرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ".

(رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب قبلة أهل المدينة، وأهل الشام، والمشرق، برقم: 394، ومسلم، كتاب الطهارة، باب الاستطابة، برقم: 264)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم قضائے حاجت کے لیے آؤ تو بول وبراز کرتے قت نہ قبلے کی طرف منہ کرو اور نہ ہی پیٹھ۔ البتہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو۔ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم شام آئے تو وہاں ہم نے بیت الخلاء دیکھے کہ وہ قبلہ رخ بنائے گئے ہیں تو ہم قبلہ کی طرف سے منہ پھیر لیتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

مفردات الحدیث

① اَلْغَائِطُ: قضائے حاجت کے لیے مخصوص کی گئی جگہ۔

② فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوْلٍ: بول براز کرتے وقت قبلے کی طرف منہ نہ کرو۔

③ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا: اور نہ ہی اس کی طرف پیٹھ کرو۔

④ اَلْمَرَاحِيضَ: مِرحاض کی جمع ہے۔ ٹائلٹ کو کہتے ہیں۔

⑤ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا: مشرق کی طرف منہ یا پیٹھ کرو یا مغرب کی طرف۔

حدیث مبارکہ کی مختصر تشریح اور اس سے اخذ ہونے والے بعض مسائل

① اسلام کی خوبصورتی ہے کہ اس میں ہر چیز کے مکمل آداب موجود ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کرتے وقت منہ اور پیٹھ کرنے کے احکام وآداب بھی۔

② قبلہ کے انتہائی محترم ہونے کا ذکر اور مسلمانوں کا قبلہ کعبہ ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے اور پوری زمین کے مقابلے میں مکہ مکرمہ شہر کو خاص فضیلت حاصل ہے، اسی طرح حرم اور کعبہ کی فضیلت اور حرمت درجہ بدرجہ زیادہ ہے۔ قبلہ کے احترام میں سے یہ بھی ہے کہ قضاء حاجت کرتے وقت اس کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کی جائے۔

③ مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے جنوب میں واقع ہے اس لیے اس حدیث میں مدینہ منورہ والوں کے لیے قضاء حاجت کرتے وقت مشرق اور مغرب کی طرف منہ یا پیٹھ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

④ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا یہ بیان کرنا کہ ہم فتح مکہ کے بعد جب ملک شام گئے تو وہاں دیکھا کہ بیت الخلاء قبلہ رخ بنائے گئے تھے اور جب ہم ان میں قضاء حاجت کرتے تو قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہیں کرتے بلکہ ہم اس سے پھر کر بیٹھتے۔ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی بھی حال میں قبلہ رخ ہو کر قضاء حاجت نہیں کی جا سکتی ہے۔

⑤ قضاء حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ کرنے کے بارے اہل علم کے مختلف اقوال و آراء ہیں:

ایک رائے یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا حرام ہے چاہے کھلی جگہ ہو یا عمارت ہو۔

دوسری رائے یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے، اب قضاء حاجت کے وقت قبلہ رخ منہ یا پیٹھ کرنا جائز ہے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ کھلی فضاء میں حرام ہے، عمارت میں جائز ہے۔

چوتھی رائے یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا حرام ہے، پیٹھ کرنا حرام نہیں ہے۔

پانچویں رائے یہ ہے کہ یہ نہی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے یعنی قضاء حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا اولیٰ و بہتر نہیں ہے۔

راجح مؤقف

اس میں راجح موقف یہ ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ نہ کرنا زیادہ احوط ہے یعنی مسلمان کو قضاء حاجت کے وقت منہ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہیے کھلی فضا ہو یا عمارت، البتہ کھلی فضا میں حرام ہے اور عمارت یا اوٹ وغیرہ میں کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نوٹ: بعض عوام الناس قضاء حاجت کے وقت سورج کی طرف منہ اور پیٹھ کو ناجائز سمجھتے ہیں، اسی طرح بعض عوام الناس بیت المقدس کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اور بعض کئی اور طرف بھی منہ یا پیٹھ کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں جبکہ دین اسلام میں یہ تخصیص صرف اور صرف قبلہ یعنی کعبہ کو حاصل ہے، قبلہ کے علاوہ کسی بھی رخ وغیرہ کی طرف منہ وپیٹھ کو ناجائز کہنا بلا دلیل ہے اور اس سے کسی بھی دوسرے مقام و جگہ وغیرہ کو قبلہ جیسا مقام و مرتبہ دینے کے مترادف ہے۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول:

" مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ ؛ إِلا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً "

”لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کیا کرو، ورنہ ان میں سے بعض کے لیے یہ بات فتنہ بن جائے گی!“



انٹرویو نو مسلمہ سمیہ

ذکاء اللہ سلیم (امام و خطیب گرین لین مسجد یو کے)

آج سے تقریباً 9 برس قبل کسی بھی قسم کی قربانی کا عزم لے کر اسلام کو گلے لگانے والی برمنگھم کی رہائشی خوش قسمت سمیہ، جس کی جنونی تڑپ نے اس کی بیٹی، دو بیٹوں اور خاوند کو بھی کلمہ پڑھنے پہ مجبور کر دیا، کی نہایت ایمان افروز اور سبق آموز داستان قارئین کے پیش خدمت ہے۔

اگرچہ انٹرویو صرف سمیہ کا کرنا مقصود تھا مگر اس کی خواہش تھی کہ اس کی فیملی کے دیگر افراد کو بھی اس نیکی میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ اسلامی حجاب میں ملبوس سمیہ اپنی باحجاب بیٹی اور مکمل باریش خاوند کے ساتھ انٹرویو کے لیے حاضر ہوئی جبکہ اس کے دونوں بیٹے بوجوہ خود تو نہ آ سکے۔ مگر ان کی والدہ نے ان کی نیابت کر دی۔ لہٰذا یہ انٹرویو سہ رکنی اور گزشتہ انٹرویوز سے مختلف ہے۔ تاہم امید ہے کہ قارئین اسے یقیناً مفید پائیں گے۔ ان شاء اللہ

ص: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ص: بہن! آپ کا پیدائشی نام کیا ہے؟

س: میرا پیدائشی نام Rachel Wadrup (راچِل وَڈرَپ) ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد میں نے اپنا نام سمیہ پسند کیا ہے۔

ص: آپ کی عمر کیا ہے؟

س: میری عمر 45 سال ہے۔

ص: کیا آپ کوئی کام کاج یعنی ملازمت وغیرہ کرتی ہیں؟

س: اصل کام تو گھر سنبھالنا ہے، مگر میں چونکہ Florist (گُل فروش) ہوں، اس لیے گجرے اور گل دستے بنانا میرا محبوب مشغلہ ہے۔

ص: آپ کے خاندان میں اب تک کون کون مسلمان ہو چکا ہے؟

س: میری ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں، وہ سبھی مسلمان ہو چکے ہیں، خاوند مسلمان ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ، ایک بڑی بہن اور تین چھوٹے بھائی ہیں، وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے مگر کوشش جاری ہے، اگر ان کے مقدر میں ہدایت ہوئی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سیدھا راستہ دکھا دیں گے، البتہ ایک چھوٹا بھائی بہت حد تک اسلام کی طرف مائل ہو چکا ہے، مجھے اللہ کی رحمت کی امید ہے کہ وہ عنقریب مسلمان ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

میرے والد کیتھولک عیسائی تھے اور وہ دو سال قبل وفات پا چکے ہیں۔ والدہ ابھی زندہ ہیں مگر وہ کسی بھی مذہب کی پیروکار نہیں ہیں۔ اللہ انہیں بھی ہدایت عطا فرمائے۔

ص: اسلام کی طرف آپ کا سفر کب اور کیسے شروع ہوا؟

س: میرے خیال میں اس سفر کا آغاز تو بچپن ہی سے ہو چکا تھا، جب میری خالہ، جو کہ عیسائی فرقے یہوواہ ٹنسز سے منسلک تھیں، مجھے کبھی کبھار اپنے ساتھ چرچ لے جایا کرتی تھیں۔ مگر میں فطرتی طور پہ ایک الٰہ ہی کو مانتی تھی اور اسی سے دعا کرتی تھی۔ پھر جب میری شادی ہو گئی اور میرے ہاں اولاد ہونے لگی تو میں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ میں حسب استطاعت ان کی اچھی تربیت کروں گی، کیونکہ میں یہ اعتقاد رکھتی تھی کہ اولاد اللہ ہی کی عطا کردہ نعمت ہے۔ میرا سب سے بڑا بیٹا، جو اَب پچیس سال کا ہے، جب دس سال کی عمر کو پہنچا تو اسے دمہ کی سخت تکلیف ہو گئی۔ حتیٰ کہ ڈاکٹرز نے کہہ دیا تھا کہ اس کے زندہ بچنے کی امید نظر نہیں آتی، مگر میں اس کی صحت یابی کے لیے بہر حال مسلسل دعائیں کرتی رہی، بالآخر شفایاب ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ مجھے تو اب اپنے خالق کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت پہلے سے زیادہ لگن سے کرنی چاہیے۔

ص: آپ بار بار الٰہ اور خالق کی بات کر رہی ہیں تو کیا اس وقت اس سے آپ کی مراد تثلیث (یعنی اللہ، عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس تینوں مل کر خدا ہیں) ہوا کرتی تھی؟

س: نہیں! میں فطرت سلیمہ کے مطابق صرف ایک الٰہ کو مانتی تھی۔ عقیدہ تثلیث تو کبھی میری سمجھ میں آیا ہی نہیں تھا۔ بس یہ جانتی تھی کہ ہمیں پیدا کرنے والی اور رزق عطا کرنے والی ایک ذات ہے جو ہماری عبادت اور دُہائی کی حقدار ہے۔ بہر کیف جب میرا بیٹا صحت یاب ہو گیا تو میں اس قدر خوش ہوئی کہ مکمل دل لگی سے عبادت کی ٹھان لی۔ میں نے اپنی اس دلی تمنا کا اظہار ایک سہیلی کی والدہ سے کیا جو عیسائی تھی اور اکثر و بیشتر چرچ جایا کرتی تھی۔ اس نے مشورہ دیا کہ مجھے چرچ کی اجتماعی عبادت میں باقاعدگی سے شرکت کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں نے پابندی کے ساتھ چرچ جانا شروع کر دیا اور گاہے بگاہے اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاتی۔ کبھی کبھار میرے خاوند بھی چرچ جاتے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے بائبل کا مطالعہ بھی شروع کر دیا، میں جوں جوں اسے پڑھتی جاتی، میرے ذہن میں اٹھنے والے سوالات

بڑھتے جاتے جن کا کہیں سے جواب نہ ملتا۔ پادری سے یا کسی اور سے کبھی اپنی ذہنی تشویش کا اظہار کرتی تو ایک ہی جواب ملتا کہ "خواہ مخواہ سوالات نہیں کرنے چاہئیں بلکہ جو کچھ بتایا جائے اسے آنکھیں بند کر کے مان لینا چاہیے۔" مگر میں سوچتی تھی کہ میرے رب نے مجھے عقل اور سوجھ بوجھ کس لیے دی ہے؟ میں کسی اندھی تقلید کیوں کروں؟ تقریباً سات سال تک میں اس الجھن کا شکار رہی مگر کوئی حل نظر نہ آتا تھا۔ رب کی عبادت کو دل چاہتا تھا مگر سوچ کا الجھاؤ ضمیر کو بے قرار رکھتا تھا۔ بالآخر میں دل برداشتہ ہو کر چرچ سے دور ہونے لگی، میرے ساتھ میرے خاوند بھی کچھ ایسی ہی کشمکش کی وجہ سے مذہب سے دور ہوگئے، آپ مزید تفصیلات ان سے خود پوچھ سکتے ہیں۔ بہر حال ہمارے پڑوس میں ایک مسلمان فیملی رہتی تھی جو بہت بااخلاق اور نہایت ہمدرد تھی۔ ان کا ہمارے ساتھ سلوک نہایت اچھا اور خیر خواہانہ تھا۔ میں نے رفتہ رفتہ اپنی ہمسائی کے ساتھ اپنے ذہنی خلفشار کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ میں اس سے اس کے ایمان اور عقیدے کے بارے میں بھی پوچھتی اور وہ مجھے اللہ اور محمد ﷺ کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتی، میں شوق سے اس کی باتیں سنتی۔ اس نے مجھے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت اپنے عقیدے کے بارے میں بھی بتایا، عیسائی ہونے کے ناطے میرے دل میں عیسیٰ علیہ السلام کی محبت تو تھی ہی اس کی باتیں سن سن کر میرے دل میں محمد ﷺ کی محبت بھی پیدا ہو گئی۔

ص: کیا اس نے آپ کو پڑھنے کے لیے بھی کچھ دیا؟

س: جی ہاں! میری دلچسپی بھانپ کر اس نے مجھے انگلش ترجمے والا قرآن مجید دیا تھا۔ میں نے جب اسے ابتداء سے پڑھنا شروع کیا تو دوسرے ہی صفحے پہ سورہ بقرہ کی آیت مبارکہ ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ﴾ "یہ وہ عظیم کتاب ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔" نے میری آنکھوں سے گویا پردہ اٹھا دیا۔ اس ضمانتی بیان کے چیلنج اور گارنٹی نے میرے دل کو ایسا یقین عطا کیا کہ آج تک اس کا رسوخ میں محسوس کرتی ہوں۔ بلکہ جب کبھی اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو میری دلی کیفیت ناقابل بیان ہو جاتی ہے (یہ باتیں کرتے ہوئے سمیہ کی آواز تھر تھرانے لگی اور اس کی آنکھوں میں شکرانے کے آنسو تیرنے لگے) دورانِ مطالعہ میں سورۃ مریم بہت شوق سے پڑھتی تھی اور بسا اوقات اس کی تلاوت بھی سنتی۔ میری بیٹی مجھ سے کہتی کہ "امی آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ یہ درست نہیں ہے۔ آپ عیسائی ہو کر کسی اور مذہب کی کتاب کیونکر پڑھ سکتی ہیں؟" میں کہتی کہ "نہیں! یہ اسی رب کا کلام ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں اور جس سے سب کچھ مانگتے ہیں۔"

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے دوران دو ہفتوں کے اندر اندر میرا دل مکمل طور پر مطمئن ہو چکا تھا کہ یہ کتاب ہی میری سب الجھنوں کا حل ہے۔ پھر ایک دن میں نے اپنے شوہر سے ذکر کیا کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو کیا خیال ہے؟ وہ میری بات سے چونک اٹھے اور بولے کہ "اگر تم نے ایسا کیا تو وہ ہمارے ازدواجی رشتے کا آخری دن ہو گا۔ یہ قطعاً ناقابل قبول ہے۔ تم ایسا ہر گز نہیں کرو گی۔" وہ اگرچہ خود بھی چرچ سے دور ہو چکے تھے مگر میرے یا اپنے مسلمان ہونے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بہر حال میرے سامنے تو حق بالکل عیاں ہو چکا تھا اور میں اسے ٹھکرانے سے یکسر قاصر تھی، میری زندگی بھر کے سوالات (مثلاً انسان کی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟ کائنات کی تخلیق کیوں ہوئی؟ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟ وغیرہ) کے اطمینان بخش جوابات مل چکے تھے۔ اپنے شوہر سے بات کرنے کے تقریباً ایک ہفتہ بعد میں نے اپنی ہمسائی کو فون کیا اور اس سے کہا کہ "از راہ عنایت جس مسجد میں آپ جاتی ہیں مجھے بھی ساتھ لے چلیے، میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔" وہ کہنے لگی: ٹھہرو، ٹھہرو! تمہارے اپنے خاوند کے ساتھ تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اتنا بڑا اقدام کرنے سے پہلے انہیں اعتماد میں لو اور ان کی رائے بھی معلوم کرو تاکہ تمہیں بعد میں بڑی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں نے کہا: میں آپ کے کہنے سے پہلے اپنے شوہر سے اس خواہش کا اظہار کر چکی ہوں اور ان کی رائے بھی جان چکی ہوں۔ انہوں نے اگرچہ سخت ناپسندیدگی دکھائی ہے مگر مجھے بہر صورت اپنے خالق و مالک رب کی بات ماننی ہے نہ کہ خاوند کی۔ یہ معاملہ میرے اور میرے رب کے درمیان ہے، کل روز قیامت مجھے خود اپنی زندگی کا حساب دینا ہو گا، میرا خاوند یا کوئی اور مجھے کچھ فائدہ نہیں دے سکے گا۔ لہٰذا خاوند کی خوشنودی کی خاطر میں اپنے رب کی ناراضی مول نہیں لے سکتی۔" اس نے جب میرا اصرار دیکھا تو مجھے مسجد لے جانے کے لیے تیار ہو گئی اور پھر چند گھنٹوں کے بعد ہم گرین لین مسجد میں پہنچ گئے جہاں میں نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ الحمد للہ، یہ 2008 کی بات ہے، اس واقعہ کو نو برس بیت چکے ہیں۔

ص: اس موقع پر آپ کو خوشی تو بہت ہوئی ہو گی؟

س: مجھے یوں لگا، جیسے میرے کندھوں سے بہت بھاری بوجھ اتر گیا ہے (سورۃ اعراف کی آیت نمبر 157 میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور نبوی ذمہ داریوں میں اس بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ آپ لوگوں کے کندھوں سے خود ساختہ رسوم و رواج کے بوجھ ہٹاتے اور ان کی

گردنوں میں پڑے سماجی اور مذہبی وڈیروں کی غلامی کے طوق اتار پھینکتے ہیں) میں نے خود کو بہت ہلکا محسوس کیا اور دل میں ایسی فرحت اور شادمانی پھوٹ اٹھی کہ اس سے پہلے کبھی اس کا احساس نہیں ہوا تھا، پھر جب میں گھر واپس لوٹی تو شوہر کا ردّعمل دیکھنے کے لیے ان سے پوچھا کہ ”اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو؟“ میرے چہرے کی تروتازگی اور آنکھوں سے جھلکنے والی مسرت کا اندازہ کر کے انہوں نے برجستہ کہا: ”مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہارا طرزِ گفتگو پتہ دینا ہے کہ تم مسلمان ہو چکی ہو۔“

ص: کیا انہوں نے قطع تعلق نہیں کیا جیسا کہ وہ پہلے آپ کو دھمکی دے چکے تھے؟

س: دو ہفتے وہ مجھ سے ناراض رہے اور میرے ساتھ گفتگو نہیں کی۔ مگر سچ یہ ہے کہ مجھے ان کی ناراضگی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ میں کسی بھی قسم کی قربانی دینے کے لیے ذہنی طور پر تیار تھی اور اسی لیے میں نے اپنا نیا نام سب سے پہلی شہیدہ اسلام سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کی بے مثال ثابت قدمی کی داستان پڑھ کر رکھا تھا۔ تاہم میری دلی تڑپ تھی کہ میرا سارا گھرانہ مسلمان ہو جائے۔ اس لیے دعوت کا آغاز کرنے کی نیت سے میں نے اپنی بیٹی کو اپنے مسلمان ہونے کی خبر دی۔ وہ پہلے تو سخت ناراض ہوئی کہ ”آپ خود ہی تو ہمیں چرچ لے جاتی تھیں اور ہمیں عیسائیت کا درس دیتی تھیں۔ اب آپ نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے۔ یہ آپ کا فیصلہ درست نہیں ہے۔ میں نے اسے سمجھایا اوراسے حدیث کی کتاب ریاض الصالحین جو انگلش میں مترجم تھی اور گرین لین مسجد کی طرف سے مجھے ہدیۃً ملی تھی، اسے پڑھنے کے لیے دی اور اس سے کہا کہ ”اسے پڑھ کر خود فیصلہ کرو کہ اس میں جو باتیں مذکور ہیں وہ درست ہیں یا نہیں“ اس سے اگلی بات آپ خود اس سے پوچھ لیں۔ (اس کے بعد انٹرویو کے چند سوالات سمیہ کی بیٹی سے کیے گئے اور اس نے اپنے قبولِ اسلام کی روداد سنائی۔)

ص: آپ کا پیدائشی نام کیا ہے؟

ع: میرا اصل نام Candice (کینڈیس) ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے ”عالیہ“ نام منتخب کیا ہے۔

ص: آپ کی عمر کیا ہے؟

ع: اس وقت میری عمر 23 سال ہے۔ جب مسلمان ہوئی تب میری عمر 14 سال تھی اور سکول میں پڑھتی تھی۔

ص: کیا گھر میں والدہ کے بعد مسلمان ہونے والی آپ ہی تھیں؟

ع: جی ہاں

ص: آپ کو کس چیز نے اسلام کی طرف راغب کیا ہے؟

ع: بچپن میں ہم والدہ کے ساتھ چرچ جایا کرتے تھے مگر جب انہوں نے جانا چھوڑ دیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا جبکہ اس کی وجہ والدہ نے کبھی ہمیں بتائی نہ ہم نے پوچھی۔ البتہ ذہن میں یہ بات راسخ تھی کہ ہم عیسائی ہیں اور یہی سچا مذہب ہے۔ جب والدہ نے اسلام قبول کیا تو مجھے سخت پریشانی ہوئی۔ پھر انہوں نے مجھے سمجھایا اور مطالعہ کے لیے مترجم ریاض الصالحین دی۔ میں نے اسے پڑھنا شروع کیا تو ایک ایک حدیث میرے دل میں نہ صرف اترتی گئی بلکہ اسے نور سے بھرتی گئی۔ میری آنکھوں سے حجاب یوں اٹھتے گئے گویا میں کسی اور جہاں کی طرف رخ کیے ہوئے ہوں۔ میں ان احادیث کی اس قدر شیدائی ہوئی کہ رات گئے تک پڑھتی رہتی۔ آخر ایک شام میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو وقت گزرتے گزرتے رات 2 بجے کا ٹائم آپہنچا۔ میں اس کے مطالعہ میں ایسی مگن ہوئی کہ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

بالآخر صورت حال یہ ہوگئی کہ میرے آنسو تھے جو تھمتے نہ تھے، میں والدہ کے کمرے میں گئی اور ان سے کہا کہ ”امی! ایسی خوبصورت اور پُرتاثیر باتیں تو میں نے کبھی کسی کتاب میں پڑھی ہیں نہ کبھی کسی سے سنی ہیں، انہوں نے تو میرا دل موہ لیا ہے۔“ میں صرف ایک حدیث بطور مثال ذکر کرتی ہوں جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ ”پانچ وقت نماز پڑھنے والا گناہوں سے ایسے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ شخص جس کے دروازے پر نہر بہتی ہو اور وہ ہر روز پانچ بار اس میں نہائے جس کے نتیجے میں اس کے بدن پہ کوئی میل کچیل نہ بچے۔“ میں اگرچہ اسلام کے بارے میں زیادہ نہیں جانتی تھی مگر اس بات سے واقف تھی کہ مسلمان ایک دن رات میں پانچ بار نماز پڑھتے ہیں، جبکہ اس کے ماوراء فلسفے اور حکمت سے نا آشنا تھی بلکہ تعجب کناں بھی تھی۔ جب یہ حدیث پڑھی تو میرے تحیر کا عُقدہ کھل گیا اور دل نے فوراً صدا دی کہ پنج وقتہ نماز کی اس سے بہتر اور عمدہ مثال کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ الغرض میں نے والدہ سے کہا کہ ”میں مسجد میں جا کر دیکھنا چاہتی ہوں کہ مسلمان نماز کیسے ادا کرتے ہیں۔ آپ کسی روز مجھے ساتھ لے چلیے۔“ چنانچہ اگلے ہی روز والدہ مجھے گرین لین مسجد لے گئیں۔ جب ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے تو اذان شروع ہو چکی تھی۔ ادھر اذان کی آواز کانوں سے ٹکراتی اور ادھر ضمیر نے جھنجھوڑا کہ اس سے بڑھ کر سچائی اور کہاں ملے گی۔ چنانچہ میں نے اسلام کی آغوش میں آنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ سوموار کا دن تھا۔ اس کے دو دن بعد بدھ کے روز دوبارہ مسجد میں آکر کلمہ پڑھ لیا۔ الحمدللہ

کلمہ شہادت پکارتے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھا اور اس قدر مسرت روح پہ طاری ہوئی کہ میں الفاظ میں اسے کبھی بیان نہیں کر سکتی۔ گویا مجھے کائنات کا قیمتی ترین تحفہ مل گیا تھا۔

ص: آپ نے والدہ کے مسلمان ہونے کے کتنا عرصہ بعد اسلام قبول کیا؟

ع: دو ہفتے کے بعد

ص: آپ اس وقت نو عمر تھیں۔ کیا اپنی سہیلیوں یا کلاس فیلوز کے طعنوں اور تنقید کا ڈر دل میں نہیں آیا؟

ع: ڈر تو نہیں تھا، البتہ ہچکچاہٹ تھی، اسی لیے میں نے پہلے کچھ دن تو کسی کو بتایا ہی نہیں۔ پھر میری ایک مسلمان کلاس فیلو لڑکی تھی، جس کا نام اقرا تھا اس پہ اعتماد کرتے ہوئے میں نے بطور راز اسے بتایا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں۔ وہ اس قدر خوش ہوئی کہ اس نے گھر جا کر اپنے والدین کو بتایا اور پھر مجھے دعوت پہ بھی بلایا۔ میں نے اس سے سکارف پہننے کی خواہش ظاہر کی تو اس نے مجھے ایک سکارف تحفۃً دے دیا۔ میں سکول کے لیے گھر سے نکلتے وقت اسے پہن لیتی مگر سکول میں داخل ہونے سے پہلے اتار دیتی تھی۔ پھر چھٹی کے وقت سکول سے نکل کر دوبارہ پہن لیتی تھی۔ ایک روز صبح سکول جاتے ہوئے اقرا میرے گھر آئی تو میں نے اسے کہا کہ "میں آج سکارف پہن کر سکول جانا چاہتی ہوں۔" اس نے میرے اس اقدام کو سراہا اور میرا حوصلہ بڑھایا اور میں نے سکارف پہن لیا۔ جب کلاس میں پہنچی تو ٹیچر کہنے لگی کہ یہ سکارف اتار دو۔ میں نے ہمت باندھتے ہوئے کہا: "نہیں! میں اسے نہیں اتاروں گی کیونکہ میں مسلمان ہو گئی ہوں۔" پہلے تو اس نے سمجھا کہ میں مذاق کر رہی ہوں مگر جب اس کے اصرار کے باوجود میں مسلسل انکار کرتی گئی تو اس کے حیرت سے ملے جلے طیش میں اضافہ ہو گیا حتیٰ کہ اس نے میرے بڑے بھائی کو فون کر کے شکایت بھی کی لیکن اس نے کوئی رد عمل نہیں دکھایا بلکہ یہ کہا کہ "یہ اس کی اپنی پسند اور مرضی ہے، ہم اسے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" ٹیچر کے علاوہ ایک دو لڑکوں نے بھی میرے ساتھ بدتمیزی کی۔ ایک نے میرے سر پہ مارا اور دوسرے نے میرا سکارف کھینچ کر اتارنے کی کوشش کی، اسی طرح کچھ لڑکیاں بھی میرے ساتھ ناروا سلوک کرتیں، مگر میں نے اللہ کی توفیق سے ان چیزوں کی پروا نہیں کی اور اپنی تعلیم جاری رکھی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے 2013ء میں ایک صومالی مسلمان سے شادی کی جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک بیٹی عطا کی ہے۔

ص: آپ کے بعد پھر کس نے اسلام قبول کیا؟

ع: میرے بڑے بھائی Kurtis (کرٹس) نے، جس کا نام اب 'زید' ہے۔ (اس کے بعد سمیہ اپنے بیٹے کے بارے میں بتانے کے لیے بولی) جب عالیہ نے اسلام قبول کر لیا تو اس کے چند روز بعد میں نے اپنے بیٹے سے، جس کی عمر اس وقت سولہ سال تھی، کہا کہ "بیٹا! میری خواہش ہے کہ تم بھی یہ دین اپنا لو۔ اس نے کہا: امی! آپ جو رستہ اختیار کریں میں آپ کے پیچھے ہوں۔ کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ آپ اپنے لیے یا میرے لیے کسی غلط راہ کا انتخاب نہیں کر سکتیں۔" میرا چھوٹا بیٹا Clayton (کلے ٹن) جو کہ اب حمزہ ہے، اس وقت نو سال کا تھا۔ میں اس کے بارے میں فکر مند تھی کہ اسے اسلام کے بارے میں کیسے بتاؤں۔ میں نے مسجد میں فون کر کے پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ مجھے دونوں بیٹوں کو اسلام کا تعارف اور اس کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرنا چاہیے اور اگر وہ خوشی سے قبول کریں تو انہیں مسجد لے جا کر کلمہ پڑھوا دوں۔ بالآخر وہ دونوں بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ ان کے اور عالیہ کے کلمہ پڑھنے میں صرف ایک ہفتے کا وقفہ ہے۔

پھر میں نے اپنے خاوند سے کہا کہ "دیکھیں! آپ کے سوا گھر میں سب مسلمان ہو چکے ہیں۔ آپ کو بھی اس کے بارے میں سوچنا چاہیے۔" اس کے ساتھ ساتھ میں ان کے لیے دعا بھی کرتی کہ اللہ ان کا سینہ کھول دے اور انہیں ہدایت عطا فرما دے۔ (اس کے بعد چند سوالات سمیہ کے خاوند سے کیے گئے۔)

ص: آپ کا اصل نام کیا ہے؟

ا: میرا پیدائشی نام Darren Gibbs (ڈیرن گبس) ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میرا نام ابراہیم ہے۔

ص: آپ کی عمر اور پیشہ کیا ہے؟

ا: میری عمر 46 سال ہے اور میں معمار (مستری) ہوں۔

ص: آپ کیسے مسلمان ہوئے؟ آپ نے تو اپنی بیوی کو دھمکی دی تھی کہ اگر وہ مسلمان ہوئی تو آپ کا رشتہ ختم ہو جائے گا۔

ا: جیسا کہ سمیہ نے بتایا ہے کہ اس کی طرح میں بھی چرچ سے متنفر ہو گیا تھا، مگر میں نے اس کے بعد کوئی متبادل رستہ اختیار کرنے کی پروا نہیں کی۔ بس اپنے کام سے کام رکھا۔ پھر جب گھر میں درجہ بدرجہ تبدیلی آئی تو میں جی ہی جی میں ورطۂ حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ ایک طرف بیوی بچوں کا مسلمان ہونا اور دوسری طرف دل و دماغ پہ چھایا تصور کہ عیسائیت ہی تو اصل دین ہے جسے بچپن سے اب تک جانا اور مانا ہے۔ ایک خیال آتا کہ مسلمان ہو جاؤں تو دوسرا خیال آتا کہ انگریز کیلئے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کر لینا بھلا کیونکر ممکن ہے؟ دن رات یہی خیالات دل کو مضطرب رکھتے۔ چنانچہ ایک روز کام پہ کچھ ہم پیشہ مسلمانوں سے

میں نے خود ہی اپنی حیرانی اور کشمکش کا تذکرہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے بڑے حکیمانہ انداز سے جواب دیا کہ "اسلام قبول کرنا یا نہ کرنا تمہاری اپنی مرضی ہے لیکن تمہیں اس کے بارے میں کچھ پڑھنا ضرور چاہیے تاکہ تم خود فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکو۔" میں نے ان کا مشورہ مانا اور اسلام کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ جوں جوں پڑھتا گیا سینہ کھلتا گیا بالآخر اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب فرما دی۔ ایک روز اپنے گھر میں دو چار مسلمانوں دوستوں کو بلا کر ان کے سامنے کلمہ پڑھ لیا۔ میرے اور سمیہ کے مسلمان ہونے میں چار ماہ وقفہ تھا۔ میں اللہ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے سارے گھرانے کو اسلام کی دولت عطا فرما دی۔

ص: الحمد للہ، اللہ تعالیٰ آپ سب کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔ آمین

(سمیہ سے مخاطب ہوتے ہوئے)

بہن! آپ سے دو مزید سوال کر کے انٹرویو ختم کرتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ آپ ہمارے قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گی؟

س: میرا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر کسی مشقت کے ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس کی قدر کریں، ناقدری نہ کریں، ایمان سے عاری زندگی بالکل بے کار ہے، مغربی تہذیب اور ماحول کے باسی ہونے کے ناطے ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو احساس کم تری کا شکار ہونے اور مغرب کو للچائی نظروں سے دیکھنے کی بجائے اپنے دین کو دیکھنا چاہیے کہ ان کے پاس وہ عظیم دولت ہے جس سے مغربی معاشرے محروم ہیں اور ان کی یہ محرومی قابل رحم ہے۔

ص: آخری سوال آپ سے یہ ہے کہ بطور مسلمان آپ کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے؟

س: (سمیہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں اور بولی) اللہ نے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرما دی ہے، ہمیں اس رب سے اور کیا چاہیے۔ اب بس یہی خواہش ہے کہ موت بھی اسی پہ آئے اور اللہ ہم سے خوش ہو جائے۔ تاہم ایک دینی تمنا یہ ہے کہ اللہ کا گھر دیکھ لیں اور جلد سے جلد حج کر لیں۔ اس کے لیے ہم دونوں میاں بیوی رقم جمع کر رہے ہیں اگر مطلوبہ رقم پوری ہو گئی تو اسی سال حج کرنے چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

مردہ کون؟

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس الميت من خرجت روحه من جنبيه وإنما الميت من لا يفقه ماذا لربه من الحقوق عليه."

"میت وہ نہیں جس کی روح پرواز کر گئی، میت تو وہ ہے جو سمجھتا نہیں کہ اس کے رب کے اس پر کیا حقوق ہیں۔"

(التذکرۃ: ص18)

شیخ صالح بن فوزان الفوزان فرماتے ہیں:

حق بات کا یہ حق ہے کہ اس کی اتباع کی جائے:
مسلک کے لئے عصبیت جائز نہیں۔
افراد کے لئے عصبیت جائز نہیں۔
اور قبائل کے لئے عصبیت جائز نہیں۔
ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ حق جہاں کہیں ملے، وہ اس کی اتباع کرتا ہے۔
○ وہ تعصب نہیں کرتا۔
○ حق بات کو نہیں چھوڑتا۔
مسلمان تو وہ ہے، اسے جہاں حق مل جائے، اس کے ساتھ رہتا ہے۔
خواہ یہ حق اس کے مسلک میں ہو یا دوسرے کے مسلک میں۔
اس کے امام کے پاس ہو یا دوسرے کے امام کے پاس۔
اس کے قبیلے اور برادری کے ساتھ ہو یا دوسرے کے قبیلے اور برادری کے ساتھ۔
یہاں تک کہ اگر حق اس کے دشمن کے پاس ہو تب بھی وہ اسے اختیار کرتا ہے۔
کیونکہ حق کی طف رجوع کرنا، باطل پر جم جانے سے بہتر ہے۔

(اعانۃ المستفید: 2/115)



بدگمانی اور غیبت یہ وہ برائیاں ہیں جو دیگر کئی برائیوں کی جڑ ہیں۔ یہ برائیاں جس طرح جسم میں سرایت کر کے نقصان پہنچاتی ہیں، اسی طرح معاشرے میں بھی فساد پیدا کرتی ہیں، ان برائیوں سے بچ کر انسان اپنے ایمان کو محفوظ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ﴾

"اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور راز نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے۔ تم کو اس سے گھن آئے گی اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔" (سورۃ الحجرات:12)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں جن سے دوسرے انسان کو تکلیف ہوتی ہے، حرام فرمائی ہیں:

① ظن یعنی بدگمانی کرنا۔
② تجسس یعنی کسی کے پوشیدہ عیب کا سراغ لگانا۔
③ غیبت یعنی کسی غیر حاضر آدمی کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو اگر وہ سنتا تو اس کو ناگوار ہوتی۔

1۔ حرمت سوء ظن

ظن کے معنیٰ گمان غالب کے ہیں، اس کے متعلق قرآن کریم نے اول تو یہ ارشاد فرمایا: "بہت سے گمانوں سے بچا کرو۔" پھر اس کی وجہ یہ بیان فرمائی: "بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔"

جس سے معلوم ہوا کہ ہر گمان گناہ نہیں ہوتا تو یہ ارشاد سننے والوں پر اس کی تحقیق واجب ہو گئی کہ کون سے گمان گناہ ہیں تاکہ ان سے بچیں اور جب تک کسی گمان کا جائز ہونا معلوم نہ ہو جائے اس کے پاس نہ جائیں۔"

علماء وفقہاء نے اس کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظن سے مراد تہمت ہے یعنی کسی شخص پر بغیر کسی قوی دلیل کے کسی عیب یا گناہ کا الزام لگانا۔

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں ایک جامع تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ ظن کی چار قسمیں ہیں:

1۔ حرام ہے۔ 2۔ مامور بہ اور واجب ہے۔
3۔ مستحب اور مندوب ہے۔
4۔ مباح اور جائز ہے۔

ظن حرام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی رکھے کہ وہ مجھے عذاب ہی دے گا یا مصیبت ہی میں رکھے گا، اس طرح کہ اللہ کی مغفرت اور رحمت سے گویا مایوس ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَا يَمُوتَنَّ أَحَدُكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ بِاللَّهِ الظَّنَّ» (مسند احمد:14125)

"تم میں سے کسی کو اس کے بغیر موت نہ آنی چاہیے کہ اس کا اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہو۔"

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، فَلْيَظُنَّ بِي مَا شَاءَ»

"یعنی اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں جیسا وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ اب اس کو اختیار ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے گمان رکھے۔" (مسند احمد:16016)

ظن کی کل پانچ اقسام ہیں، جن میں سے دو مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ظن حرام

وہ مسلمان جو ظاہری حالت میں نیک دیکھے جاتے ہیں، ان کے متعلق بلا کسی قوی دلیل کے بدگمانی کرنا حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّهُ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ»

"یعنی گمان سے بچو کیونکہ گمان جھوٹی بات ہے۔ یہاں ظن سے مراد بالاتفاق کسی مسلمان کے ساتھ بلا کسی قوی دلیل کے بدگمانی کرنا ہے۔" (مسند احمد: 7337)

2۔ ظن مستحب

ظن مستحب و مندوب یہ ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ نیک گمان رکھے کہ اس پر ثواب ملتا ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ﴾

"جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مؤمن مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیوں نہ کیا۔" (سورۃ النور:12)

اس آیت میں مؤمنوں کے بارے حسن ظن کی تاکید آئی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

یعنی احتیاط کی بات یہ ہے کہ ہر شخص سے بدگمانی رکھے اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ ایسا کرے جیسے بدگمانی کی صورت میں کیا جاتا ہے کہ قوی اعتماد کے بغیر اپنی چیز کسی کے حوالہ نہ کرے نہ یہ کہ اس کو چور سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کو چور یا غدار سمجھے بغیر اپنے معاملے میں احتیاط برتے۔

2۔ حرمت تجسس

دوسری چیز جس سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے، تجسس یعنی کسی کے عیب کی تلاش کرنا اور سراغ لگانا ہے۔ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو چیز تمہارے سامنے آجائے، اس کو پکڑ سکتے ہو اور کسی مسلمان کا جو عیب ظاہر نہ ہو، اس کی جستجو اور تلاش کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ؛ فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّبِعْ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»

”مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کے عیوب کی جستجو نہ کرو، کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کے عیوب تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب ظاہر فرما دیتے ہیں، یہاں تک کہ اس کو اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کر دیتے ہیں۔“ (مسند احمد: 19776)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (سورۃ الحجرات: 11)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔“

تفسیر بیان القرآن میں ہے:

”چھپ کر کسی کی باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہے، البتہ اگر کسی سے نقصان پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا دوسرے کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے نقصان پہنچانے والے کی خفیہ تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کرے تو جائز ہے۔“

کسی کا خط بلا اجازت دیکھنا

تجسس میں کسی کا خط دیکھنا بھی شامل ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ نَظَرَ فِي كِتَابِ أَخِيهِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ، فَإِنَّمَا يَنْظُرُ فِي النَّارِ» (سنن ابو داؤد: 1485)

”جس نے اپنے بھائی کا خط اس کی اجازت کے بغیر دیکھا (یعنی پڑھا) تو گویا وہ جہنم دیکھ رہا ہے۔“

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے خط بلا اجازت دیکھنے کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ”کسی کا خط بلا اجازت دیکھنا جائز نہیں ہے، مگر یہ اس صورت میں جب کہ اس سے خط لکھنے والے کو نقصان پہنچ رہا ہو کیونکہ حدیث شریف میں ہے: «الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ»

”مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔“ (صحیح بخاری: 10)

اور کسی پوشیدہ رازوں کو ظاہر کرنا اس کو تکلیف دینے کے مترادف ہے، کسی کا خط دیکھنے سے یہ تکلیف ضرورت ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بغیر اجازت کسی کی تحریر دیکھنا ایک فضول اور لغو کام ہے، جس سے اللہ تعالیٰ منع فرما رہے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾

”(ایمان والے) وہ ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔“ (سورۃ المؤمنون: 3)

حضور ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لے جانے والی عورت سے وہ خط زبردستی چھنوا لیا تھا۔ (صحیح مسلم: 2494)

اگر بغیر عذر کے خط کو دیکھنا مطلقاً منع کیا جائے تو یہ بھی ہزاروں مفاسد کا ذریعہ ہوتا ہے، جس کا خلاصہ آزادی و خود سری ہے۔

کسی کا فون سننا

تجسس ہی میں یہ بھی داخل ہے کہ کسی کا فون اس کی لاعلمی میں سن لیا۔ کوئی انسان اپنے راز کا اظہار پسند نہیں کرتا لیکن بعض اوقات باتوں ہی باتوں میں آدمی غیر شعوری طور پر راز کی باتیں بھی زبان پر لے آتا ہے یا اپنے گھر والوں سے ایسی گفتگو ہی ہو جاتی ہے کہ دوسرے لوگوں کے سامنے وہ یہ اظہار نہیں کرنا چاہتا، اسی لیے اگر کوئی اپنے گھر یا دوستوں سے فون پر بات کر رہا ہو تو چھپ کر کسی ایکسٹینشن وغیرہ سے اس کی باتوں کا خواہ مخواہ کھوج لگانا اور ان کی باتیں سننا شرعاً بھی ناجائز ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«وَمَنِ اسْتَمَعَ إِلَى حَدِيثِ قَوْمٍ، وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، أَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ، صُبَّ فِي أُذُنِهِ الآنُكُ يَوْمَ القِيَامَةِ» (صحیح بخاری: 7042)

”جو شخص کسی قوم کی باتیں (چھپ کر) سنے اور وہ لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیں گے۔“ (معاذ اللہ)

3۔ حرمت غیبت

تیسری چیز جس سے آیت میں منع فرمایا گیا ہے وہ کسی کی غیبت کرنا ہے، یعنی اس کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہنا جس کو وہ سنتا تو اس کو ایذا ہوتی اگرچہ وہ سچی بات ہی ہو، کیونکہ جو غلط الزام لگائے وہ تہمت ہے، جس کی حرمت

الگ قرآن کریم سے ثابت ہے اور غیبت کی تعریف میں اس شخص کی غیر موجودگی کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ موجودگی کی حالت میں ایسی تکلیف دِہ بات کہنا جائز ہے، کیونکہ وہ غیبت تو نہیں مگر 'لُمز' (طعنہ زنی، عیب جوئی) میں داخل ہے جس کی حرمت اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے۔

اس آیت نے کسی مسلمان کی آبروریزی اور توہین وتحقیر کو اس کا گوشت کھانے کی مثل ومشابہ قرار دیا ہے اگر وہ شخص اس کے سامنے ہو تو ایسا ہے جیسے کسی زندہ انسان کا گوشت نوچ کر کھایا جائے، اس کو قرآن میں بلفظ لمز تعبیر کرکے حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ سورہ ہمزہ میں ارشاد ہے:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (سورة الهمزة:1)

"بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے ولا، غیبت کرنے والا ہو۔"

یعنی عیب تلاش کرنا اور غیبت کرنا ایسا ہے جیسے کسی مردہ انسان کا گوشت کھایا جائے کہ جیسے مردہ کا گوشت کھانے سے مردے کو کوئی جسمانی اذیت نہیں ہوتی، ایسے ہی اس غائب کو جب تک غیبت کی خبر نہیں ہوتی، اس کو بھی کوئی اذیت نہیں ہوتی، مگر جیسا کسی مردہ مسلمان کا گوشت کھانا حرام اور بڑی خفت وذلت کا کام ہے، اسی طرح غیبت حرام بھی ہے اور خفت وذلت بھی کہ پیٹھ پیچھے کسی کو برا کہنا کوئی بہادری کا کام نہیں۔

اس آیت میں ظن، تجسس اور غیبت تین چیزوں کی حرمت کا بیان ہے مگر غیبت کی حرمت کا زیادہ اہتمام فرمایا کہ اس کو کسی مردہ مسلمان کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس کی حرمت اور خفت وذلت کو واضح فرمایا۔ عام مسلمانوں پر لازم کیا گیا کہ جو سنے وہ اپنے غائب بھائی کی طرف سے بشرطِ قدرت روک تھام کرے اور روک تھام پر قدرت نہ ہو تو کم از کم اس کے سننے سے پرہیز کرے کیونکہ غیبت کا ارادے اور اختیار سے سننا بھی ایسا ہی جیسے خود غیبت کرنا۔

غیبت کرنے والے کے لیے وعیدیں

1۔ پہلی وعید

زبان اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، لیکن جس طرح یہ ایک بے بہا نعمت ہے، اس طرح یہ ایک خطرناک اور نہایت نقصان دہ آفت کا سبب بھی ہے، جیسا کہ حدیث کا مفہوم ہے:

«وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ فِي جَهَنَّمَ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ؟»

"لوگ اندھے منہ جہنم میں اسی زبان کے باعث ڈالے جائیں گے۔" (مسند احمد:22063)

حضرت میمون رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک روز خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک زنگی (حبشی) کا مردہ جسم ہے اور کوئی کہنے والا ان کو مخاطب کرکے یہ کہہ رہا ہے کہ "اس کو کھاؤ۔"

میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! میں اس کو کیوں کھاؤں...؟

تو اس شخص نے کہا: "اس لیے کہ تو نے فلاں شخص کے زنگی غلام کی غیبت کی ہے۔" میں نے کہا: "اللہ کی قسم! میں نے تو اس کے متعلق کوئی اچھی بری بات کی ہی نہیں۔" تو اس شخص نے کہا: "ہاں، لیکن تو نے اس کی غیبت سنی تو ہے اور تو اس پر راضی رہا۔"

سیدنا میمون رضی اللہ عنہ کا حال اس خواب کے بعد یہ ہو گیا کہ نہ خود کسی کی غیبت کرتے اور نہ کسی کو اپنی مجلس میں کسی کی غیبت کرنے دیتے۔ (التفسیر المظہری)

2۔ دوسری وعید

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شب معراج کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ، قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ» (سنن ابوداؤد:4878)

"مجھے لے جایا گیا، تو میرا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا، جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور بدن کا گوشت نوچ رہے تھے، میں نے جبریل امین سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟" آپ نے فرمایا: "یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔"

3۔ تیسری وعید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنّ مِنْ كَفَّارَةِ الْغِيبَةِ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِمَنِ اغْتَبْتَهُ، تَقُولُ: اللّهُمّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ»

"یعنی غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ جس کی غیبت کی گئی ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے مغفرت کرے اور یوں کہے کہ یا اللہ ہمارے اور اس کے گناہوں کو معاف فرما۔" (مشکوۃ المصابیح:4877)

4۔ چوتھی وعید

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا: «إِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ لاَ يَسْتَتِرُ مِنَ البَوْلِ، وَأَمَّا الآخَرُ فَكَانَ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ» (صحیح بخاری:218)

"ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے مگر کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کی وجہ سے اس عذاب میں مبتلا ہے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

«لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَتَّاتٌ» (جامع ترمذی:2026)

"میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔"

فائدہ:

بچے مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ انہیں ایذا دینا بھی حرام ہے اور جو کافر حربی ہیں، اگرچہ ان کی ایذا حرام نہیں مگر اپنا وقت ضائع کرنے کی وجہ سے پھر بھی غیبت مکروہ ہے۔

غیبت جیسے قول اور کلام سے ہوتی ہے ایسے ہی فعل یا اشارہ سے بھی ہوتی ہے جیسے کسی لنگڑے کی چال بنا کر چلنا، جس سے اس کی تحقیر ہو۔ (معارف القرآن)

بعض روایات سے ثابت ہے کہ آیت میں جو غیبت کی عام حرمت کا حکم ہے بعض صورتوں میں اس کی اجازت ہوتی ہے، مثلاً کسی شخص کی برائی کسی ضرورت یا مصلحت سے کرنا پڑے تو وہ غیبت میں داخل نہیں بشرطیکہ وہ ضرورت و مصلحت شرعاً معتبر ہو جیسے کسی ظالم کی شکایت کسی ایسے شخص کے سامنے کرنا جو ظلم کو دفع کر سکے۔۔۔ یا کسی اولاد و بیوی کی شکایت اس کے باپ اور شوہر سے کرنا جو ان کی اصلاح کر سکے۔۔۔ یا کسی واقعہ کے متعلق فتویٰ حاصل کرنے کے لیے صورت واقعہ کا اظہار یا مسلمانوں کو کسی شخص کے دینی یا دنیوی شر سے بچانے کے لیے کسی کا بتلانا۔۔۔ یا کسی معاملے کے متعلق مشورہ لینے کے لیے اس کا حال ذکر کرنا۔۔۔ یا جو شخص سب کے سامنے کھلم کھلا گناہ کرتا ہے اور اپنے فسق کو خود ظاہر کرتا پھرتا ہے اس کے اعمالِ بد کا ذکر بھی غیبت میں داخل نہیں، مگر بلا ضرورت اپنے اوقات کو ضائع کرنے کی بنا پر مکروہ ہے اور ان سب باتوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ کسی کی برائی اور عیب ذکر کرنے سے مقصود اس کی تحقیر نہ ہو بلکہ کسی ضرورت و مجبوری سے ذکر کیا گیا ہو۔ (روح المعانی)

مسلمان کی عزت و حرمت کا مقام

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«يَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهِ، وَلَمْ يَدْخُلِ الْإِيمَانُ قَلْبَهُ، لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعُ اللَّهُ عَوْرَتَهُ، وَمَنْ يَتَّبِعِ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ»

”اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے ہو اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبتیں نہ کرو اور ان کے عیبوں کے پیچھے نہ پڑو، کیونکہ جو شخص ان کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا، (یعنی ان کو کھول دے گا) اور اللہ تعالیٰ جس کے عیبوں کا پیچھا کرے گا، اس کو رسوا فرما دے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔“ (سنن ابوداؤد: 4880)

غور کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہوں اور ان کے عیبوں کے پیچھے لگیں، ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خطاب فرمایا کہ ”اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو۔“

اس انداز بیان میں اس طرح اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی غیبت کرنے والا اور ان کے عیبوں کے پیچھے پڑنے والا (یعنی عیبوں کی تلاش اور ٹوہ میں رہنے والا) مسلمان نہیں ہو گا، بلکہ ایسی حرکت منافق ہی سے سرزد ہو سکتی ہے جو زبان سے مسلمان ہوتا ہے، دل سے مسلمان نہیں ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ» (صحیح مسلم: 2564)

”یعنی مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے، اس کا خون بھی، مال بھی اور اس کو بے آبرو کرنا بھی۔“

بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش ہی یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی غیبتیں کیا کریں اور لوگوں پر کیچڑ اچھالا کریں، سیاسی جماعتوں اور صحافت سے تعلق رکھنے والوں کا تو یہ خصوصی مشغلہ اور پیشہ ہے اور بہت سے لوگ درباری ہوتے ہیں۔

اس رئیس کے یہاں گئے تو اس کے سامنے کسی غیبت کر کے روٹی کھالی اور اس امیر کے یہاں گئے تو اس کے یہاں کسی پر کیچڑ اچھالی اور پرانی شیروانی اس کے عوض لے اڑے، صرف دنیا سامنے، آخرت کی فکر ہوتی تو ایسا نہ کرتے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَكَلَ بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ أَكْلَةً فَإِنَّ اللَّهَ يُطْعِمُهُ مِثْلَهَا مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ كُسِيَ ثَوْبًا بِرَجُلٍ مُسْلِمٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَكْسُوهُ مِثْلَهُ مِنْ جَهَنَّمَ، وَمَنْ قَامَ بِرَجُلٍ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ، فَإِنَّ اللَّهَ يَقُومُ بِهِ مَقَامَ سُمْعَةٍ وَرِيَاءٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ» (سنن ابوداؤد: 4881)

”جس شخص نے کسی مسلمان کی غیبت کے ذریعہ کوئی لقمہ کھایا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنا ہی لقمہ کھلائے گا اور جس کی کسی کو کسی مسلمان کی غیبت کی وجہ سے کوئی کپڑا پہنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی قدر جہنم سے (کپڑا) پہنائے گا اور جو شخص کسی شخص کی وجہ سے شہرت یا ریاکاری کے مقام پر کھڑا ہوا (یعنی کسی کو بڑا بزرگ اور شیخ ظاہر کرے اور اس کو اپنی اغراض کا ذریعہ بنا لے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو (رسوا کرنے کے لیے) ریا اور شہرت کے مقام پر کھڑا کرے گا، (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص ایسا تھا۔)“

غیبت کا دنیاوی اور اخروی نقصان

حماد بن مسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”ایک شخص نے غلام فروخت کیا اور کہا کہ چغل خوری کے سوا اس میں کوئی عیب نہیں، اس شخص نے کہا مجھے قبول ہے اور خرید کر لے گیا، غلام اپنے نئے مالک کے پاس کچھ دن رہنے کے بعد ایک دن اس کی بیوی سے کہنے لگا:

"تیرا شوہر تم سے محبت نہیں کرتا اور وہ تم سے جان چھڑانا چاہتا ہے، تم ایسا کرو کہ استرہ لے کر رات کو سوتے میں اس کی گدی کے کچھ بال کاٹ لاؤ میں ان پر سحر کر دوں گا، جس سے وہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔"

ادھر جا کر اس کے شوہر سے کہا:

"تمہاری بیوی کا ایک شخص سے معاشقہ چل رہا ہے اگر اعتبار نہ آئے تو نیند کی حالت بنا کر دیکھ لو۔"

لہٰذا شوہر نے ایک دن نیند کی حالت بنائی تو بیوی استرہ لے آئی، شوہر نے سمجھا واقعہ یہ مجھے قتل کرنا چاہتی ہے، لہٰذا وہ اٹھا اور اس نے بیوی کو قتل کر دیا، اتنے میں بیوی کے گھر والے آئے انہوں نے شوہر کو قتل کر دیا، یوں دو قبیلوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔(سیر المؤمنین:179)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

«وشرارُ عبادِ الله المشّاؤونَ بالنَّميمَةِ، المفرِّقونَ بينَ الأحِبَّةِ، البَاغونَ لِلْبُرآءِ العَيْبَ» (الترغیب والترہیب:2824)

"اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بدترین وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان فساد ڈلواتے ہیں اور بے گناہ لوگوں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں۔"

ایک اور حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الجَنَّةَ» (صحیح بخاری:6474)

"جو شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

زبان کی مثال دو دھاری تلوار کی سی ہے، اگر قرآن وسنت اور احکام الٰہی کے مطابق حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے اس سے صحیح کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کا بہترین ذریعہ ہے اور اگر اسے حدود شریعہ کے خلاف چلایا جائے تو پھر یہی جہنم لے جانے کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ افسوس لوگ چغل خوری کو معمولی تصور کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس ہلاکت خیز عمل سے محفوظ رکھے۔ آمین

زیادہ افضل کیا ہے؟
تلاوتِ قرآن یا دوسرا کوئی ذکر

"اس بارے میں ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کے لحاظ سے مختلف کیفیت ہوتی ہے، اگر تو کوئی شخص قرآن کے مفاہیم و معانی جانتا ہو، اس کے احکام و حکمتوں پر تدبر کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کے لیے تلاوتِ قرآن افضل ہے، کیوں کہ تلاوتِ قرآن، افضل ترین اذکار میں سے ہے، اور احکام الٰہی پر غور وفکر بہترین اعمال میں سے ہے، اور اگر کوئی شخص کلامِ الٰہی کے فہم کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے کوئی دوسرا ذکر زیادہ افضل اور ذہنی بالیدگی و شفافیتِ قلب کا سبب ہے۔

البتہ قربتِ الٰہی کے راستے کے مسافر کو چاہیے کہ تلاوت و ذکر دونوں کو جمع کرے، جب ذکر کرتے ہوئے تھکاوٹ و سُستی محسوس ہو تو ترتیل و تدبر سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دے، آیاتِ توحید پر تعظیم الٰہی کا جذبہ، آیاتِ وعد وامید پر دعا و التجاء، آیاتِ خوف و وعید پر پناہِ الٰہی اور آیاتِ قصص پر عبرت و نصیحت حاصل کرے۔

ہاں ذکر کرتے وقت ایک خاص چیز جسے محقق علماء نے ذکر کیا ہے اس کا ضرور دھیان رکھے کہ قرآن مجید میں وراد شدہ اذکار مثلاً: لا إله إلا الله، کا ذکر کرتے وقت سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کو بھی ذہن میں رکھے تاکہ تلاوت اور ذکر دونوں کی فضیلت کا مستحق بن جائے۔"

(جامع المسائل:3/384-385)

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«مَا مِن عَبدٍ مُسلمٍ يُكثِرُ الصّلاةَ عَلىٰ مُحمّدٍ ﷺ، إلّا نوّرَ الله قَلبَه، وغَفرَ ذَنبَهُ، وشَرحَ صَدرَهُ، ويسّرَ أمرَهُ؛ فأكثِرُوا مِن الصّلاةِ؛ لَعلّ الله يَجعَلكُم مِن أهلِ مِلّتِهِ، ويَستَعمِلكُم بسُنّتِه، ويَجعَلهُ رَفِيقَنَا جَمِيعًا في جنّتِهِ، فهو المُتَفضّلُ عَلينَا برَحمَتِه. (بُستَانُ الوَاعِظِين: 297)

"جو مسلمان سیدنا محمد ﷺ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو منور کر دیتا ہے؛ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے؛ اس کا سینہ کھول دیتا ہے اور اس کے معاملات آسان کر دیتا ہے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ درود بھیجا کرو، کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ تمھیں آں حضرت ﷺ کی ملت میں شامل کر دے اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کی توفیق دے اور ہم سب کو جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت عطا فرمادے کہ وہی اپنی رحمت سے ہم پر فضل فرمانے والا ہے۔"



جنیوا میں رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

مفتی جمہوریہ مصر نے اس پر گرہ لگائی کہ یورپ کے مسلمان ایک 'عقیدہ مواطنہ' (معاہدہ وطنیت) کا استحقاق رکھتے ہیں اور انہیں اس معاہدے کی پابندی کرتے رہنا چاہیے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سیرچ سابق مفتی بوسنیا سے میں نے ایک نجی گفتگو میں سوال کیا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں بچوں کے تین مراحل کا بطور حدیث جس مقولہ کا ذکر کیا ہے تو اس کی کوئی سند ہے تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے یہ بات ایک خطیب سے خطبہ جمعہ میں سنی تھی اور یقیناً اس کا کسی کتب حدیث میں ذکر ہو گا۔ میں نے کہا کہ میں اس کے بارے میں بحث و تمحیص کے بعد کچھ عرض کر سکوں گا۔

بدھ کے دن دوسرے اجلاس کا عنوان تھا:

مذہبی آزادی

صدر جلسہ تھے ڈاکٹر غالب بن الشیخ الحسینی، صدر مؤسسہ اسلامیہ، فرانس اور مقررین تھے:

- ڈاکٹر کرٹس ویلٹن گادی، امریکہ میں 'ادیان کے درمیان ڈائیلاگ' کے سینئر ایڈوائزر
- شیخ علی الامین، عضو مجلس الشیوخ (سینیٹ) لبنان
- سٹیون سلوکم، مصنف اور امن کے پیغامبر۔ امریکہ
- ڈاکٹر فرحان احمد نظامی، ڈائریکٹر آکسفورڈ سنٹر برائے دراسات اسلامیہ
- عبدالصمد بن الحسان الیزیدی، سیکرٹری جنرل مرکزی مجلس المسلمین، جرمنی

پہلے مقرر نے یہ چند باتیں کہیں:

مذہبی آزادی ایک انتہائی ضروری امر ہے، یہ کتنا معیوب ہے کہ ایک شوہر اپنی بیوی کو اس لیے قتل کر دے کہ اس نے ایک دوسرا دین اپنا لیا ہے۔

مذہبی آزادی کے ضمن میں کہا جائے گا کہ اس کا شدت پسندی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حکومتوں کا فرض ہے کہ وہ دین کی آبیاری کا کام کریں لیکن دین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حکومتوں کا مالک بن کر بیٹھ جائے۔ امریکی صدر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی شخص کو امریکا آنے سے اسے اس لیے روک دے کہ وہ کسی خاص دین کا حامل ہے۔

ڈاکٹر سٹیون نے مذہبی آزادی کے ضمن میں کہا کہ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ میں جیسے ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوا۔ چرچ جاتا رہا تو وہاں دوسرے عیسائی فرقوں کے بارے میں نفرت کرنا سیکھی۔ میرا میل جول کسی دوسرے یہودی، مسلم یا سکھ بچے سے نہیں ہوتا، اسلام کے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا جاتا اور اگر بتایا جاتا ہے تو صرف یہ کہ اسلام ایک ناقص دین ہے۔ پھر جب شادی کا وقت آتا ہے تو میرے لیے ایک غیر مسیحی عورت سے شادی کرنا ناقابل تصور ہے۔ پھر میں اپنے بچوں کو عیسائی عقائد کے مطابق تربیت دیتا ہوں تو کیا میں اس طریقے سے مذہبی آزادی سکھا سکوں گا۔

میری اپنی رہائش سیناگو (کیلی فورنیا) میں ہے۔ ایک سال قبل یہاں ایک انیس سالہ نوجوان نے ایک گروپ پر گولی چلائی تھی۔ اس سے قبل وہ ایک مسجد پر حملہ بھی کر چکا ہے۔ میری چھوٹی بیٹی اب تیس سال کی ہو چکی ہے، وہ ساری دنیا کے احوال دیکھتی رہتی ہے۔

اب ہم حوار بین الادیان (مذاہب کے مابین ڈائیلاگ) کی میٹنگ میں جاتے ہیں، میں اپنے بچوں کو مسلمانوں اور یہودیوں کے گھروں میں جانے پر آمادہ کرتا ہوں۔ جمعہ کے دن ہم کسی مسجد میں چلے جاتے ہیں، صف میں کھڑے ہو کر 'اللہ اکبر' بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح ہم یہودیوں کے تہوار جیسے یوم کپور، پاس اوور وغیرہ میں بھی شرکت کرتے ہیں، ان کے سوالات کے جوابات بھی دیتے ہیں اور میرے نزدیک مذہبی آزادی کا یہی تصور ہے اور اسی کو تعددیت (Pluralism) کا نام دیا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرحان نظامی نے عقیدہ توحید کو وحدت انسانیت سے جوڑتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دیا: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ "اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا۔"

اور یہ کہ "ہم نے ہر امت کے پاس ایک رسول بھیجا۔"

انہوں نے بتایا کہ مذہبی آزادی کے پانچ ستون ہیں:

1. عقیدے کی آزادی جس پر اللہ کا یہ قول ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ دلالت کرتا ہے۔
2. اخلاقی اقدار کی پاسداری
3. عدالت کے سامنے مساوات
4. مدنیّت (شہریت) کا شعور
5. پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

جرمنی کے عبدالصمد بن الحسان یزیدی نے بھی ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ سے استدلال پیش

کیا، انہوں نے چند مسائل کا تذکرہ کیا اور پھر جرمنی قوم کا جواب بھی:

1۔ کیا مذہبی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ انسان آزادی کے ساتھ ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اپنا سکتا ہے؟ 96 فیصد جرمن اس کے حق میں ہیں۔

2۔ کیا دینی علامات جیسے عمامہ، حجاب، صلیب کے اظہار میں حکومت مداخلت کر سکتی ہے؟ 40 فیصد جرمن اس کے حق میں ہیں۔

اور اس ضمن میں انہوں نے کہا کہ جرمن عدالتوں میں حجاب کے حوالے سے مقدمات پیش کیے جاتے رہے ہیں۔

انہوں نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ایک باحجاب خاتون کو اسکول میں تدریس سے منع کیا گیا حالانکہ اس سے قبل اس کی ماں کے حجاب سے کسی کو کوئی شکایت نہ تھی اور کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ مذہبی آزادی کے دو پہلو ہیں، ایک ظاہری اور ایک باطنی، جس میں اول الذکر نا قابل برداشت ہوتی جا رہی ہے؟

انہوں نے کہا کہ 2015ء میں جب پناہ گزینوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ گئی تو معاشرے میں خوف کی فضا نے جنم لینا شروع کر دیا اور اس کے نتیجے میں فاشزم کی طرف رجحان میں اضافہ ہو گیا اور تشدد سے قبل تشدد بڑھانے کی بات کی جاتی ہے۔

انہوں نے بتایا کہ 2017ء میں مسلمانوں پر زیادتیوں کے اعداد و شمار پہلی مرتبہ پیش کیے گئے تو یہ بات عیاں ہوئی کہ روزانہ کی بنیاد پر مسلمانوں اور ان کی مساجد پر حملے کیے جاتے ہیں، ایسے ملفوف بھیجے جاتے ہیں جن میں دھمکیاں دی جاتی ہیں، بلکہ بعض ملفوف دھماکہ خیز کیمیاوی مواد پر بھی مشتمل ہوتے ہیں، چند دن قبل اس سلسلہ میں چار مساجد کو خالی کرایا گیا اور اب ایک ایسے گروپ کا بھی انکشاف ہوا ہے جو کرائسٹ چرچ (نیوزی لینڈ) میں ہونے والے خونی حادثے کی مانند مسلمانوں کو نشانہ بنانا چاہتا ہے۔

انہوں نے پوچھا کہ آخر اس کا علاج کیا ہے؟ ہم کہیں گے کہ وطنیت میں اشتراک کا شعور اجاگر کرنا چاہیے اور مقام شکر ہے کہ کئی تنظیمیں اس ہدف کو لے کر آگے بڑھ رہی ہیں۔

انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ 21 مارچ کو ادیان ابراہیمی کا عالمی دن منانا چاہیے۔

لبنانی شیعہ عالم الشیخ الامین نے قرآنی آیات کے تناظر میں سورۃ البقرہ کی اس آیت سے اپنے خطاب کا آغاز کیا:

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (سورۃ البقرہ:213)

"لوگ ایک ہی امت تھے تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا، خوشخبری دینے کے لیے اور ڈرانے کے لیے اور ان کے ساتھ وہ کتاب بھیجی جو حق پر مشتمل تھی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر سکیں ان تمام امور میں جن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا۔ یہ اختلاف کرنے والے وہی لوگ تھے جنہیں یہ کتاب دی گئی تھی اور انہوں نے کھلی کھلی نشانیوں کے آجانے کے بعد صرف سرکشی کی خاطر اختلاف کیا تھا۔ تو اللہ نے اپنے اذن سے ایمان لانے والوں کو ہدایت دی، ان تمام چیزوں میں جن میں انہوں نے بابت حق اختلاف کیا تھا اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔"

چونکہ مقصد آزمائش ہے، اس لیے اس تعددیت کا ختم کرنا مقصود نہیں ہے۔

اور اسی لیے فرمایا:

﴿ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ ﴾(سورۃ البقرۃ:256)

"دین میں جبر نہیں ہے۔"

اور ارشاد فرمایا: ﴿أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ (یونس:99)

"کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مؤمن بن جائیں۔"

اور کہا:

﴿فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ﴾ (الکھف:29)

"تو جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ انکار کر دے۔"

اور اس سنت الٰہی کا کون انکار کر سکتا ہے کہ

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ﴾

"ہر ایک کے لیے تم میں سے ہم نے ایک شریعت بنائی ہے اور ایک طریقہ۔" (سورۃ المائدہ:48)

اور کہا:

﴿وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ﴾

"اور ہم نے تمہیں بنا دیا قوم اور قبیلہ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔" (سورۃ الحجرات:13)

اور دوسری بات یہ سمجھائی کہ بنی نوع انسان کی بنیاد مساوات ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«كُلُّكُمْ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ»

"تم میں سے ہر شخص آدم سے ہے اور آدم مٹی سے ہے۔"

انہوں نے اس ضمن میں عہد قدیم (بائبل) کا بھی حوالہ دیا، خود قرآن نے بھی اس بات پر زور دیا ہے۔ فرمایا:

﴿هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا﴾ (سورۃ ھود:61)

"وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں زمین سے اٹھایا اور اس میں آباد کیا۔"

تیسری بات یہ ہے کہ ایک دوسرے کے عیب سے چشم پوشی کی جائے اور درگزر کرنے (یعنی تسامح) کا راستہ اپنایا جائے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے کہ دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔"

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ حسن معاملات ہی دین ہے۔ اور فرمایا کہ تمام مخلوق اللہ کی عیال داری میں ہیں۔

پھر انجیل کا حوالہ دیتے ہوئے موصوف نے کہا کہ لوگوں سے ویسے ہی سلوک کرو، جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں۔

قرآن میں ارشاد ہوا:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (سورة الرحمٰن:60)

"کیا احسان کا بدلہ احسان نہیں ہے؟"

کیا خوب شعر ہے:

مادمت محترماً حقي فأنت أخي

آمنت بالله أم آمنت بالحجر

"جب تک تم میرے حق کا احترام کرتے رہو گے تو تم میرے بھائی ہو، چاہے تم اللہ پر ایمان لاؤ یا پتھر پر۔"

چوتھی: بات یہ ہے کہ ایک معاشرے کی بنیاد تربیت پر قائم ہے، ایسی تربیت جس میں روحانی اور انسانی اقدار جلوہ خیز ہوں۔

انہوں نے اپنی تقریر کا اختتام مسیح علیہ السلام کے اس قول پر کیا۔

طُوبَى لِصَانِعِي السَّلاَمِ

"سلام ہو ان پر جو امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔"

چھٹے اجلاس کا عنوان تھا:

"مذہبی اور ثقافتی ثنویت اور برداشت کا کلچر"

رئیس مجلس تھے مراکش کے ڈاکٹر سالم بن محمد بن الملک، ڈائریکٹر جنرل ISESCO (اسلامی، تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم)

اور اس میں خطاب کرنے والے تھے:

1. ڈاکٹر شالوم اور ہام سوٹن ڈراپ ، ہالینڈ کے انسانی اقدار کی انسٹی ٹیوٹ کے ایک یہودی ربائی۔
2. فادر میٹروسوودانیال: روسی کلیسہ کے نمائندے
3. ڈاکٹر زاہد پرویز، صدر مارک فیلڈ ادارہ برائے تعلیم عالی، لیسٹر، برطانیہ
4. پادری وٹوریو لاناری، نائب صدر Saint Egidio، اٹلی
5. ڈاکٹر موسیٰ ابو رمضان، استاد سٹراسبرس یونیورسٹی، فرانس
6. فادر فادی ڈابو، صدر ادیان فاؤنڈیشن، لبنان
7. ڈاکٹر ارمانڈو برناردینی، صدر IFIIF (عالمی فاؤنڈیشن برائے کثیر مذہبی و ثقافتی تعلیم)، اٹلی

میں اس اجلاس کے بالاستیعاب نوٹس نہ لے سکا۔ چند مقررین کے ملفوظات انتہائی اختصار کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔

ہالینڈ سے تعلق رکھنے والے یہودی ربائی نے بتایا کہ ان کی ولادت 1943ء کی ہے اور میں جو آج زندہ ہوں تو اس وجہ سے کہ نازی فوجی نے مجھے دودھ پیتا بچہ دیکھ کر چھوڑ دیا تھا۔

روسی کلیسا سے تعلق رکھنے والے پادری نے کہا: تم اپنے بچے کو باہر جاتے وقت ہدایت کرتے ہو کہ بیٹے: سڑک پار کرنا ہو تو سرخ نشان کے وقت کبھی پار نہ کرنا۔ جب بتی سبز ہو جائے تب پار کرنا اور بالکل یونہی ہماری زندگی میں بھی اللہ کی طرف سے سرخ اور سبز نشانات دیے گئے ہیں جن کی پابندی کرنا ہمارے لیے لازم ہے۔ انہوں نے کہا کہ بچوں کو تورات کے احکام عشرہ کی تعلیم دینا چاہیے۔

ڈاکٹر زاہد پرویز کا یو کے اسلامک مشن سے گہرا تعلق ہے اور اب وہ پروفیسر خورشید احمد کے قائم کردہ ادارے مارک فیلڈ برائے تعلیم عالی کے صدر بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے ادارے کی تعلیمی خصوصیات اور برطانوی یونیورسٹیوں سے ان کے الحاق کے بارے میں بتایا۔

اٹلی کے فادر ارمانڈو نے کہا کہ ہر چھ یورپین افراد میں سے ایک یہ کہتا نظر آئے گا کہ مسلمان عورت کو حجاب نہیں لینا چاہیے، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ عیسائی ننوں کے بارے میں کیا خیال ہے، کیا وہ ایسا ہی حجاب نہیں لیتیں؟

انہوں نے کہا: یہ درست ہے کہ اسلامی ممالک میں خواتین مختلف انداز کے حجاب لیتی ہیں اور وہ صرف اس لیے کہ قرآن شرم وحیا کے التزام پر زور دیتا ہے۔

انہوں نے یہ بھی بتایا کہ صلیبی جنگوں کے دوران یورپ کے عیسائی، اپنے مذہب کی تبلیغ کے لیے فلسطین پہنچے تھے لیکن وہ مسلمانوں کی طہارت وصفائی کی عادت سے متاثر ہو کر لوٹے جس کا التزام وہ پنج وقتہ نماز سے قبل کرتے ہیں۔

بدھ 19 فروری 2020ء کو بعد ظہر آخری اجلاس تھا، جس میں مندرجہ ذیل مقتدر حضرات نے خطاب کیا:

1. ایلن شیر و دکور۔ امریکہ کے خصوصی سفیر برائے انسداد مخالفت سامی ازم
2. ڈاکٹر محمد ہدایت نور واحد، ڈپٹی اسپیکر عوامی مجلس شوریٰ، انڈونیشیا
3. صدر کجیل میگنے بونڈوک، سابق وزیر اعظم ناروے، صدر اوسلو سنٹر برائے امن اور انسانی حقوق، ناروے
4. مسز امیز ابیل مورت، صدر ملی مجلس، سوئز لینڈ
5. ڈاکٹر محمد عبد الکریم عیسیٰ، سیکرٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ

سب سے پہلے مقرر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے خصوصی نمائندے کی حیثیت سے مدعو کیے گئے تھے۔ انہوں نے خود ہی اپنا تعارف کرایا کہ میرا

تعلق عراق سے ہے، مذہباً یہودی ہوں۔ ہمارے لوگ صدیوں سے بلاد عرب میں مسلمان حکمرانوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کیا اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا وہاں بسے رہنا باہمی بقا کا بہترین مظاہرہ تھا۔ یہود کے اولین مدرسہ کے استاد ایک مسلمان حکومت کے پروردہ تھے۔ اپنے بارے میں مزید بتایا کہ عراق کے دور استبداد میں میرے والد کو گرفتار کر لیا گیا۔ میری والدہ ان سے ملاقات کے لیے جیل گئیں تو انہوں نے میری والدہ سے کہا کہ جتنی جلدی ہو سکے بچوں کے ساتھ یہاں سے ہجرت کر جاؤ، ہماری والدہ ہمیں ایران لے آئیں لیکن ہمیں وہاں بڑی اذیت سے گزرنا پڑا اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ ہم اپنے معاشروں کے لیے کس قسم کی مثال قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں تو رواداری اور محبت کا پیغامبر ہونا چاہیے تھا، پھر ہمارا مختصر سا خاندان امریکہ میں پناہ گزیں ہوا اور آج میں امریکی صدر کی جانب سے آپ لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں سامیت (Semitism) اور تشدد پسند تنظیموں کے خلاف جدوجہد کے ہر اول دستے کا کردار ادا کر رہا ہوں۔

ناروے کے سابق وزیر اعظم نے کہا کہ لوگوں کو آپس میں قریب لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ بعض لوگ انتہا پسندی، تشدد، خودکش دھماکوں اور اندھا دھند قتل وغارت کی طرف کیوں مائل ہوتے ہیں، ان کے اسباب تک پہنچنا ہو گا اور ان اسباب کے ازالے ہی سے غیر انسانی رویوں کی روک تھام کی جا سکتی ہے۔

کہا کہ جب انسانیت کی تحقیر کی جائے، انہیں طویل عرصے تک دبا کر رکھا جائے یا ان کے مذہبی عقائد کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو پھر بغاوت کے جذبات کا پیدا ہونا قدرتی امر ہے۔ ایک دوسری بات یہ ہے کہ جسے ہم نے کئی تجربات کی روشنی میں اخذ کیا ہے کہ جب نوجوانوں میں یہ شعور جاگزیں ہو جاتا ہے کہ ہمیں اجنبی سمجھا جا رہا ہے اور ہمیں سوسائٹی سے لاتعلق رکھا جا رہا ہے تو ان کے ذہنوں میں منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ سب باتیں چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کا تدارک تعلیم اور مذاہب کے مابین بات چیت سے نکالا جا سکتا ہے۔

بلقان کی ریاستوں میں جو کچھ ہوا وہ اس کی نمایاں مثال ہے، وہاں مذہب کو بہت بری طرح استعمال کیا گیا۔

ہمیں انسانی تعلقات پر مبنی ہر ایک سوسائٹی کو پروان چڑھانا ہو گا جہاں تمام طبقات برابری کی سطح پر جی سکیں۔ ہمیں انسانیت پر مبنی ایک سوسائٹی قائم کرنا ہو گی۔

سوئزرلینڈ کی ملی مجلس کی صدر خاتون نے اس طرح خطاب کیا کہ ان کی بغل میں ایک دراز قد سوِس لیڈی اپنے قومی لباس میں کھڑی رہی۔ اس کے سر کا تر چھا تاج نمایاں تھا۔ انہوں نے خواتین کے حقوق کی بات کی، کہا کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو پوری آزادی ہونی چاہیے کہ وہ جو چاہے لباس پہنیں، خواتین کو زندگی کے ہر شعبے میں بشمول مذہبی امامت چاہے وہ مسجد کی ہو یا کنیسہ کی یا معبد یہود کی، نمائندگی ہونی چاہیے۔

آخر میں رابطہ عالم اسلامی کی سیکرٹری جنرل نے اپنے کلیدی خطاب میں خاندان کے مرکزی کردار کی بات کی۔ نوجوانوں کو انتہا پسندی سے روکنے کی اہمیت کو جتلایا۔

کہا کہ یہ کانفرنس کئی باتوں میں امتیازی حیثیت رکھتی ہے، یہاں سیاسی، دینی اور فکری اعتبار سے اعلیٰ شخصیتوں نے خطاب کیا۔ نوجوانوں کو انتہا پسند افکار سے دور رکھنے کے لیے تجاویز کا جائزہ لیا گیا اور نوجوانوں کے مسائل، ان کی مشکلات اور ان کا مداوا کرنے پر غور کیا گیا۔

اور پھر رابطہ کی روایات کے مطابق کانفرنس کا جاری کردہ کمیونیکے میزبان خاتون نے پیش کیا جو خود لبنان سے تعلق رکھتی ہیں لیکن برازیل میں آباد ہیں۔ یہ 33 دفعات پر مشتمل ایک دستاویز تھی۔

ہم ہر دفعہ کا خلاصہ عنوان کی شکل میں اور ان میں سے چند ایسی دفعات کا پورا متن پیش کر رہے ہیں جو ہمارے نزدیک انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

اعلان جنیوا

1. بابت نصاب مدارس

أ۔ بنی نوع انسان میں اختلاف کا پایا جانا

ب۔ دین، فکر، تہذیب، جنس کی بنیاد پر معرکہ آرائی کا غلط ہونا۔

ج۔ بچوں کی تعلیمی نصاب سے وہ تمام عبارات اور تاریخی واقعات حذف کر دیے جائیں جو نفرت اور معرکہ آرائی کا سبب بن سکتے ہوں۔

د۔ بنی نوع انسان میں عدل کی بنیاد پر مساوات کا ہونا۔

ر۔ بنی نوع انسان میں دو طرفہ بنیاد پر اکرام و احترام کا ہونا

ز۔ طلبہ منفی نظریات سے کیسے پرہیز کریں۔

س۔ ہر اس نظریے کا انکار جو نفرت، عنصریت، علیحدگی اور کنارہ کشی کی دعوت دیتا ہو۔

2. خاندان کی اقدار کا تحفظ

3. دینی، ثقافتی اور جنس کے انسانی مابین اختلافات کو پاٹنے کے لیے پروگرام کا وضع کرنا۔

4. اکثریت کی ثقافت اور کثافت ارضی کے تحفظ کے ساتھ ساتھ دوسرے ابناء وطن کے انسانی حقوق کا خیال رکھنا۔

5. دینی اور فکری تنظیموں کا انتہا پسندی اور تشدد پر مبنی نظریات کا رد کرنا۔

6. انتہا پسندی اور تشدد کے خاتمے کے لیے قانون سازی اور اقوام متحدہ کو اس بات کی دعوت کہ

وہ الیکٹرانک تشدد پسندی کو جرم قرار دے اور سوشل میڈیا سے متعلق تمام کمپنیوں کو ایسے پروگرام حذف کرنے کا پابند کرے جو ان دونوں چیزوں پر ابھارتے ہوں۔

7. دینی اور فکری حلقہ جات کو جذبات کے بجائے منطقی اور امر واقعی کی طرف بلانے کی دعوت

8. ایسے فتاویٰ اور دینی افکار کو اپنے اپنے حلقوں سے ایکسپورٹ کرنے کے رجحان کی اس بنیاد پر نفی کی جائے کہ فتاوی اور واعظانہ ارشادات زبان، مکان اور احوال کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں اور وہ اس لیے کہ ادیان تمام عالم کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں۔ وہ شفقت کرنا سکھاتے ہیں اور ان اچھی چیزوں کو قابل عمل لانا چاہتے ہیں جن سے لوگوں کے حالات سدھر جائیں اور یہ کہ یہ بات امن اور سلامتی قائم کرنے کے لیے ایک بنیادی قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے۔

9. ہر اس بیرونی امداد کو روک دیا جائے جو دینی بنیاد پر اندرونی تنظیموں کو دی جا رہی ہو۔

10. دین سے وابستہ اشخاص کو ان کے اپنے علاقائی ماحول سے باہر تدریب یعنی تعلیم اور حصول تجربہ کے لیے نہ بھیجا جائے اور نہ ہی اس مقصد کے لیے باہر سے ماہر افراد کو بلایا جائے۔

11. دینی مراکز پر کسی قسم کی بیرونی سرپرستی کے رجحان کو روکا جائے۔ ان میں وہ مراکز بھی شامل ہیں جو کوئی مذہبی نام تو نہیں رکھتے لیکن مذہبی کام جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ان مراکز پر لازم ہے کہ وہ انتہا پسندی پر مشتمل افکار کی بیخ کنی اور ابناء وطن کے درمیان صلح جوئی کے رجحان کو قائم رکھیں۔

12. جنیوا میں بین الادیان ڈائیلاگ اور بین الممالک تعاون اور دوستی قائم کرنے کی غرض سے ایک عالمی مرکز کا قیام

13. ایسی قانون سازی کہ جس کی رو سے کسی مذہب کے پیروکاروں یا کسی جنس کے خلاف محاذ آرائی ہوتی ہو تو اسے روکا جائے اور اس ضمن میں اسلاموفوبیا اور تحریک مخالفت سامی ازم بھی شامل ہیں۔

14. دینی قیادتوں کو نوجوانوں کی رہنمائی کے لیے مثبت پروگراموں کے وضع کرنے پر ابھارنا۔

15. مذہبی آزادی ایک بنیادی حق ہے اور دین میں جبر کی گنجائش نہیں ہے۔

16. بعض پیروکاران مذہب کی غلط کاریاں اس مذہب کی نمائندگی نہیں کرتیں۔

17. بامقصد ڈائیلاگ کے لیے ان اقدار کی پاسداری ضروری ہے جو اپنے اندر توسع اور دوسروں کے لیے گنجائش رکھتے ہوں۔

18. انسان خود بداخلاق اور عصریت پسند نہیں پیدا کیا گیا لیکن تعلیمی، خاندانی، اجتماعی اور سیاسی ماحول کی سلبیات اسے ایسا بنا دیتی ہیں۔

19. مذاہب کی تحقیر ایک طویل تاریخ رکھتی ہے جس کا مقابلہ ان کے غلط اسالیب کی نفی سے کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح بین الادیان مکالمے اور باہمی احترام سے کیا جا سکتا ہے، تہذیبوں کے درمیان معرکہ آرائی ناکامی کی طرف لے جائے گی اور اس میں حکومتوں اور معاشروں کا اپنا نقصان ہے۔

20. دینی، فکری، اجتماعی اور قانونی اداروں کو حکومتی اور پرائیویٹ دونوں سطح پر اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ مختلف تہذیبوں کے درمیان الفت اور میانہ روی قائم کرنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر ایسے عملی اقدامات کریں جو سنجیدگی اور حقیقۃً اثر پذیری کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

21. یہ بند ان توصیات سے متعلق ہے جو مطلوبہ اقدامات کو ظاہر کرتا ہے:

1. اقوام اور ملل کے درمیان دوستی اور تعاون کی راہیں استوار کرنا۔
2. بلوغت تک بچوں کے کردار کی تشکیل کے لیے بھرپور تعلیم کا انتظام۔
3. دینی کردار: جذبات کے ابھار اور ادراک کی کمی کے مابین
4. بچوں اور نوجوانوں کے کردار کی تشکیل میں خاندان کا کردار
5. تہذیب بحیثیت گہوارہ امن
6. اسلاموفوبیا کا تجزیہ اور علاج
7. جدید نازی ازم اور مخالفت سامی ازم، تجزیہ اور علاج
8. متدین نوجوانوں کے تہذیبی کردار کو اجاگر کرنا۔
9. متدین نوجوانوں کی انتہا پسندی کے اسباب اور ان کا علاج۔
10. تشدد پسندی کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔
11. مذہبی آزادیوں کے ساتھ تعامل کرتے وقت ان کی تشخیص میں غلطیوں کا ادراک
12. مثالی اور حقیقی کردار کا ادراک
13. متدین نوجوانوں کے نظریات اور افکار میں غلطیوں کی نشاندہی اور ان کا علاج
14. انتہا پسندی سے جنگ دو قوتوں کے بین بین، خفیف اور شدید
15. مسلم نوجوانوں کے تدیّن کا مطالعہ برائے ازالہ منفی سوچ
16. 'غُربت اور کارنر کیا جانا' انتہا پسندی (سادہ اور پرتشدد) بحیثیت سبب، اس کی تشخیص کی جائے اور پھر علاج بھی۔
17. ان اسباب کا جائزہ لیا جائے جو پچھلے دس سالوں میں انتہا پسندی کو ختم کرنے میں ناکام رہے ہیں اور جن کا علاج دینی نصوص اور تاریخی واقعات سے کیا جانا مطلوب تھا۔

18. تین اقدامات بابت: پر تشدد انتہا پسندی کا میڈیا میں استعمال کیے جانے کا مقابلہ

19. انتہا پسندی (سادہ اور پر تشدد) کے مطالعہ میں صحیح مقیاس کیا ہو، اس کا بھرپور احاطہ کیسے کیا جائے۔

20. انتہا پسندی (سادہ اور پر تشدد) کے مقابلے میں ذمہ داریوں کی تقسیم، ان کی حد بندی اور ان کے نتائج کے بارے میں قیاس آرائی

21. انتہاء پسندی (سادہ اور پر تشدد) کے مقابلے کے لیے ایک آئیڈیل پُر امن تعامل سے بھرپور اقدام اور اس ضمن میں ان قانونی اور اجتماعی فروق کا خیال رکھا جائے جو مختلف ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔

22. ان تمام بین الاقوامی اقدامات کا جائزہ لیا جائے جو پر تشدد انتہا پسندی اور شدت پسندی کے مقابلے کے لیے کی جارہی ہیں۔

23. مشترک اقدار کا مطالعہ

24. امن قائم کرنے کی غرض سے دینی خطاب کیا ہو۔

25. یورپ اور اسلام

26. یورپ میں وزارتیں برائے اندراج (یعنی معاشرے میں کیسے ضم ہو اجائے۔)

27. اسلاموفوبیا اور سامی ازم کی مخالفت

28. دینی تشخص اور وطنی تشخص کا جائزہ دونوں مفاہیم کے لحاظ سے:

ایک ٹکراؤ کا اور دوسرے اندارج کا

22. اس ضمن میں باقی اقدامات کا مزید مطالعہ کیے جانے کے بعد اسے اگلی کانفرنس میں زیر بحث لایا جائے۔

23. کانفرنس کی ادارت ایک کمیٹی برائے تنسیق قائم کرے جو ان تمام قرار دادوں اور سفارشات کا جائزہ لیتی رہے جو اس کانفرنس میں پیش کی گئی ہیں اور ان کے بارے میں باقاعدہ رپورٹ پیش کرتی رہے۔

نوٹ: کاتب مقالہ کا اس کانفرنس میں پیش کردہ تمام آراء سے متفق ہوناضروری نہیں۔(ص ح)

إعلان جنيف

لتحصين الشباب ضد أفكار التطرف والعنف

وتعزيز الحريات الدينية وقيم التسامح ومحاربة الكراهية والتهميش

في يومي الثلاثاء والأربعاء الموافق 18 ـ 19 فبراير 2020 انعقد في مقر الأمم المتحدة بجنيف المؤتمر الدولي لمبادرات تحصين الشباب ضد أفكار التطرف والعنف وآليات تفعيليها الذي دعا إليه معالي الأمين العام لرابطة العالم الإسلامي الشيخ الدكتور محمد بن عبد الكريم العيسى.

وحضر المؤتمر عدد كبير من المهتمين بموضوع المؤتمر من كبار المسؤولين الحكوميين والأهليين حول العالم "دينين وسياسيين ومفكرين وأمنيين مع أكاديميين ممارسين من علماء التربية والنفس والاجتماع".

وحضر المؤتمر قيادات دينية وسياسية بارزة شمل رؤوساء حكومات ورؤوساء برلمانات وعدد من البرلمانيين والوزراء المســـؤولين عن ملفات التطرف والعنف والإرهاب والحريات الدينية ومكافحة الكراهية والتهميش من عموم دول العالم.

وقد تناولت محاور المؤتمر عدداً من المبادرات المهمة في موضوعه والموضوعات ذات الصلة به، تحدث فيها الضيوف المدعوون عبر حوارات مفتوحة وساعد على ذلك التحضير المسبق والجيد من قبل المستكتبين لمبادرات المؤتمر حيث أثروا حلقات النقاش بمعلومات وأفكار ومقترحات في غاية الأهمية تمثل في كثير منها "حلقاتٍ مفقودةً" في التشخيص والتحليل الدقيق لعدد من المشكلات ذات الصلة بموضوع المؤتمر مع تقديم المقترحات المهمة لحلولها.

وقد أصدر المؤتمر التوصيات والقرارات التالية:

1ـ حث مؤسسات التعليم حول العالم على إيجاد مناهج دراسية "ذات أنشطة تفاعلية" يقوم عليها معلمون مدربون تختص بصياغة عقول الأطفال وصغار الشباب صياغة سليمة (باعتبار ذلك مهماً في تحقيق الاستقرار والوئام والتنمية المجتمعية، والسمعة الوطنية بخاصة، ومستقبل السلام الإنساني بعامة)، على أن تُرَكِّزَ تلك المناهج التفاعلية على ما يلي:

أ ـ ترسيخ القناعة بحتمية الاختلاف والتنوع والتعدد بين الناس، وأنها في إطارها الإيجابي تُمَثل إثراء للبشرية تُعزز من قدراتهم ووحدتهم.

ب ـ ترسيخ القناعة بأن الصدام الديني والإثني والفكري والحضاري يمثل مخاطرة كبيرة تطال الأمن الوطني والسِّلْم العالمي، والوئام بين الأمم والشعوب بشكل عام، والمجتمعات الوطنية بشكل خاص، مع تعزيز هذا الترسيخ بشواهد من التاريخ الإنساني.

ج ـ تنقية مناهج تعليم الأطفال وصغار الشباب من أي نصوص أو وقائع تاريخية

من شأنها أن تؤجج الصراع والكراهية وتثير العداء والعنصرية.

د ـ التأكيد على المساواة العادلة بين البشر، وأن التفضيل بينهم هو بما لدى كل منهم من قيم وإبداع ونفع للإنسانية، وأن هذا لا يتعارض مع الخصوصية الوطنية باعتباره أولوية في الولاء والنفع والتضحية.

هـ ـ التأكيد على أهمية الاحترام المتبادل بين كافة التنوع البشري باعتباره أرضية مهمة لسلام ووئام الأمم والمجتمعات.

و ـ إكساب الطلاب مهارات الحوار وكيفية التعامل مع الأفكار والممارسات السلبية، مع التأكيد على أهمية قيمة السماحة والتسامح.

ز ـ التأكيد على رفض أي فكر يدعو إلى الكراهية والعنصرية والإقصاء والتهميش تحت أي ذريعة.

2ـ قيام الجهات المسؤولة في كل دولة بإيجاد البرامج الفعالة لتعزيز دور الأسرة في صياغة عقلية الأطفال وصغار الشباب صياغة سلمية.

3ـ قيام الجهات المسؤولة في كل دَوْلَةٍ بإيجاد البرامج الفعَّالة وبناء الشراكات المتعددة لردم سلبيات الفجوة الدينية والثقافية والإثنية في دول التنوع التي تُعاني من إشكاليةٍ أو تهديدٍ في موضوع الاندماج.

4ـ سنُّ التشريعات التي تكفل منع خطاب الكراهية والعنصرية والتهميش، مع أحقية قيام الدولة الوطنية بعمل الاحتياطات التي تمنع أي أسلوب يستهدف ثقافتها أو تغيير ديمغرافيتها الوطنية التي شكلتها الأكثرية دون أن يمس هذا الحق بحقوق المواطنة بخاصة وحقوق الإنسان بعامة.

5ـ قيام المؤسسات الدينية والفكرية بما يجب عليها من التصدي لأفكار التطرف والعنف والإرهاب وذلك بالدخول في تفاصيل أيديولوجيتها وتفكيكها بعمق ووضوح.

6ـ سن التشريعات التي تكفل منع أي أسلوب يقوم بتحريض العواطف المجردة عن الوعي نحو التطرف والعنف والإرهاب، ودعوة الأمم المتحدة لاتخاذ إجراءات أكثر فعالية لتجريم الإرهاب الإلكتروني وإلزام شركات التواصل الاجتماعي بإلغاء الحسابات التي تشمل على محتويات مخصصة للتحريض على العنف أو الإرهاب.

7ـ دعوة كافة منصات التأثير الديني والفكري بأن تقدم خطاباً يتجاوز مخاطبة المشاعر والعواطف والروح إلى مخاطبة المنطق والواقع.

8ـ منع تصدير الفتاوى والأفكار الدينية خارج ظرفيتها المكانية على أساس أن الفكر الديني المستنير يراعي تغير الفتاوى والمواعظ بحسب الزمان والمكان والأحوال؛ فالأديان جاءت رحمة للعالمين وبالرفق بهم وتحقيق مصالحهم التي تستقيم بها أحوالهم، وأن هذا الأمر يمثل قاعدة مهمة في تحقيق السلام والوئام.

9ـ منع أي تمويل ديني يأتي من الخارج لصالح جهات داخلية معينة.

10ـ منع تدريب رجال الدين خارج ظريفتهم المكانية أو استقدام مدربين من الخارج.

11 ـ منع أي وصاية خارجية على أي من المراكز الدينية بما في ذلك المراكز التي تأخذ اسماً غير ديني وتمارس أعمالاً دينية، وعلى تلك المراكز أن تقوم ببرامج فعالة في مواجهة أفكار التطرف الديني، وأن تكون فعالة كذلك في تعزيز الوئام الوطني.

12ـ يوصي المؤتمر بإنشاء مركز للتواصل الحضاري في جنيف ليكون منصة عالمية للحوار وتعزيز الصداقة والتعاون بين الأمم والشعوب وردم سلبيات الفجوات الدينية والثقافية والإثنية من خلال قاعدة المشتركات الدينية بخاصة والإنسانية بعامة التي تكفل لعالمنا العيش بسلام ووئام، وأن يُمثل في المركز التنوع الديني والإثني وغيره.

13ـ سن التشريعات لمنع أي أسلوب من أساليب معاداة أتباع الأديان والأعراق أو التحريض عليها ومن ذلك الإسلاموفوبيا ومعاداة السامية.

14ـ حث القادة الدينيين على تنظيم فعاليات شبابية للحوار والعمل على المشتركات الدينية والإنسانية لدعم جهود السلام العالمي والوئام الديني والإثني وتعزيز التحالف الحضاري.

15 ـ الحرية الدينية حق إنساني لا يجوز الإكراه فيه ولا مصادرته ولا ممارسة أي أسلوب من أساليب الإساءة والتهميش بسببه؛ فلا إكراه في الدين.

16ـ الممارساتُ الخاطئةُ لبعض أتباع الأديان لا تُعَبِّر عن الأديان.

17ـ القِيَمُ بانفتاحها وتسامحها ومنطقها الحضاري هي المنتصرُ الحقيقيُّ في الحوار الموضوعي.

18 ـ الإنسان لم يُخلق شريراً ولا عنصرياً ولا كارهاً لكن سلبيات البيئة التعليمية والأسرية والمجتمعية، وسلبيات المساجلات السياسية هي التي تصنع تلك الأخلاق السلبية.

19ـ ازدراء الأديان ممارسة عبثية لها تاريخ طويل تتم مواجهته على الدوام باستهجان أساليبها.

مع التأكيد على أهمية الحوار بين أتباع الأديان، واحترام الرأي والتدين في الإطار الأخلاقي.

ولم يَعُدْ هذا الازدراء إلا بالصدام الحضاري وبتصعيد التطرف من الجانبين، والخاسر في ذلك الجميع، مع تهديد أمن الدول والمجتمعات من خلال ردود فعل التطرف العنيف.

20 ـ حث "القيادات الدينية" و"المؤسسات الفكرية والاجتماعية والحقوقية ـ الأممية والحكومية والأهلية ـ ذات الصلة والاهتمام"، على أن تخطو شعارات ومبادرات التسامح وتحالف الحضارات خطوات عملية من خلال برامج دولية مشتركة تتسم بالفعالية والجدية وأن تتجاوز الاستحقاقات الحقوقية الواجبة إلى المعنى الحقيقي للسماحة والتسامح والتحالف الحضاري من خلال أثر ملموس يمكن تقويمه وقياس نتائجه.

21 ـ التوصية ـ من حيث المبدأ العام ـ بتبني المبادرات التالية وفق آلياتها التنفيذية المقترحة:

أ ـ مبادرة: الصداقة والتعاون بين الأمم والشعوب " من أجل عالم أكثر تفاهماً وسلاماً ... ومجتمعات أكثر وئاماً واندماجاً".

ب ـ مبادرة: التعليم الشامل للتكوين السلوكي في مرحلة ما قبل البلوغ.

ج ـ مبادرة: السلوك الديني " بين تصعيد العاطفة وضعف الوعي".

د ـ مبادرة: الأسرة كحاضن ومكوّن رئيسي للأطفال وصغار الشباب.

هـ ـ مبادرة: سلام الحضارات.

و ـ مبادرة: الإسلاموفوبيا "التشخيص والتحليل والمعالجة".

ز ـ مبادرة: النازيون الجدد ومعاداة السامية "التشخيص والتحليل والمعالجة".

ح ـ مبادرة: صياغة السلوك الحضاري لدى الشباب المتدين.

ط ـ مبادرة: أسباب ومعالجة تطرف الشباب المتدين.

ي ـ مبادرة: كيف نقضي على العنف والإرهاب؟

ك ـ مبادرة: أخطاء وتداعيات في تشخيص ومعالجة الحريات الدينية.

ل ـ مبادرة: المثالية والواقعية.

م ـ مبادرة: أخطاء في تفكير الشباب المتدين وعلاجها

ن ـ مبادرة: بين القوة الناعمة والقوة الصلبة في محاربة التطرف العنيف.

س ـ مبادرة: تفكيك سلبيات العقل الجمعي " دراسة في حالة تدين الشباب المسلم".

ع ـ مبادرة: "التهميش والفقر" كأسباب للتطرف والتطرف العنيف "التشخيص والتحليل والمعالجة".

ف ـ مبادرة: " معالجة استدلالات التطرف بالنصوص الدينية والوقائع التاريخية"، تضمنت المبادرة تحليل أسباب عدم فعالية جهود مكافحة التطرف فكرياً في السنوات العشر الأخيرة.

ص ـ ثلاث مبادرات تتعلق بـ: " معالجة توظيف التطرف العنيف للإعلام الجديد".

ق ـ مبادرة: "الإحصاءات والقياسات الصحيحة في دراسات التطرف والتطرف العنيف".

ر ـ مبادرة: " توزيع المسؤولية وتحديد المهام وقياس النتائج في حالات مكافحة التطرف والتطرف العنيف".

ش ـ مبادرة: " التعامل الأمني المثالي في مواجهة حالات التطرف والتطرف العنيف" راعت هذه المبادرة التفاوت التشريعي والاجتماعي بين الدول.

ت ـ مبادرة: " تقويم الجهود الأممية في محاربة التطرف العنيف والإرهاب".

ث ـ مبادرة: " القيم المشتركة".

خ ـ مبادرة: "الخطاب الديني الصانع للسلام".

ذ ـ مبادرة: " أوروبا والإسلام".

ض ـ مبادرة: " وزارات الاندماج في أوروبا".

ظ ـ مبادرة: " لماذا الخوف من الإسلام ولماذا معاداة السامية".

غ ـ مبادرة: "الهوية الدينية والهوية الوطنية بين مفهوميّ التعارض والتكامل"

22 ـ إحالة بقية المبادرات إلى المزيد من الدراسة والتقويم ومن ثم عرضها في الملتقى الثاني للمؤتمر.

23 ـ تقوم إدارة المؤتمر بتشكيل لجنة "تنسيقية" لمتابعة تفعيل قرارات وتوصيات المؤتمر، وتقديم تقرير دوري حول ذلك.



سیر وسوانح

رسول اللہ ﷺ کا ہنسنا، مسکرانا اور مزاح فرمانا

(قسط 46)

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب، ڈڈلی

حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے بیعت لی

فتح مکہ اور غزوہ حنین 8ھ کے بعد تاریخ اسلام کا ایک نیا موڑ دکھائی دیتا ہے اور اس موڑ پر ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾ کا نقشہ قائم ہو گیا، عرب کے کونے کونے سے مختلف علاقوں اور قبیلوں کے وفود جوق در جوق بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے لگے۔ کوئی اسلام قبول کرنے کے لیے، کوئی احکام دین سیکھنے کے لیے اور کوئی معاہدہ صلح وامن طے کرنے کے لیے۔

رمضان المبارک 10ھ میں ایک دن اسی طرح کا ایک وفد مدینہ منورہ میں اس شان سے وارد ہوا کہ اہل مدینہ اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وفد کے تمام اراکین نہایت عمدہ پوشاکوں میں ملبوس تھے اور سب کے کندھوں پر بیش قیمت یمنی چادریں تھیں۔ ان کی قیادت ایک کشیدہ قامت وجیہہ جوان کر رہا تھا، جس کا شہابی رنگ اور انتہائی دلکش خدوخال اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کا فرد ہے۔ یہ وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ ان لوگوں کا سلیقہ اور قرینہ دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ ان کو اہلاً وسہلاً ومرحبا کہا اور قائدِ وفد کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی۔ پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کرو۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے جوانِ رعنا سے پوچھا: ”تمہارا کس غرض سے یہاں آنا ہوا۔“ عرض کیا: ”اسلام قبول کرنے کے لیے۔“

حضور ﷺ کے روئے مبارک پر بشاشت پھیل گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا تو تم ان امور پر میری بیعت کرو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ نمازیں جو تم پر فرض کی گئی ہیں، ان کی پابندی کرو، مقررہ زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کرو، ہمیشہ مسلمانوں کی خیر خواہی اور ہمدردی کرو کیونکہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا، اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔“

قائدِ وفد نے بلا تامل عرض کیا: ”یا رسول اللہ میں ان سب باتوں کا اقرار کرتا ہوں۔۔۔ لائیے اپنے دست مبارک۔

حضور ﷺ نے متبسم ہو کر ان سے بیعت لی اور اس کے ساتھ ہی وفد کے دوسرے ارکان بھی کلمۂ شہادت پڑھ کر پرستار ان حق کے اس گروہ میں شامل ہو گئے جن کے بارے میں رضي الله عنهم ورضوا عنه فرمایا گیا ہے۔

یہ سعادت مند خوبرو نوجوان جس کے لیے حضور ﷺ نے اپنی ردائے مبارک بچھائی، حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ تھے۔ (تیس پروانے شمع رسالت کے، از طالب ہاشمی)

رسول اکرم ﷺ انہیں دیکھتے تو مسکرا اٹھتے

حضرت جریر بن عبد اللہ البجلی کا شمار ان خوش قسمت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جن سے رحمت عالم ﷺ نہ صرف محبت فرماتے تھے بلکہ ان کی تعظیم وتکریم بھی فرمایا کرتے تھے۔ جب وہ پہلی مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی ردائے مبارک بچھا دی اور لوگوں کو بھی یہ حکم دیا کہ جب کسی قوم کا کوئی معزز آدمی تمہارے پاس آئے تو اس کی عزت کیا کرو۔ اس کے بعد جب کبھی حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ ان کے ساتھ نہایت عزت واحترام سے پیش آئے۔ وہ مدینہ منورہ آتے تو حضور ﷺ انہیں ضرور شرف باریابی بخشتے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ انہیں دیکھتے تو متبسم ہو جاتے اور آپ ﷺ کے روئے انور پر بشاشت پھیل جاتی۔ اگر کبھی حضور ﷺ کی مجلس میں جریر رضی اللہ عنہ کا ذکر آجاتا تو آپ ﷺ نہایت اچھے الفاظ میں ان کا ذکر فرماتے۔ خود حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

”ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ آیا اور سواری بٹھا کر کپڑوں کے تھیلے سے اپنا حلہ نکالا اور اسے زیب تن کر کے مسجد نبوی کی طرف روانہ ہوا۔ حضور ﷺ اس وقت خطبہ دے رہے تھے۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ لوگ میری طرف عجیب شفقت کے انداز میں دیکھنے لگے۔ میں نے اپنے قریب کے آدمی سے پوچھا: ”عبد اللہ کیا حضور ﷺ میرا تذکرہ فرما رہے تھے؟“

انہوں نے کہا: ”ہاں، ابھی خطبہ کے دوران حضور ﷺ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر میں اس دروازہ یا کھڑکی کے راستے تمہارے پاس یمن کا بہترین شخص آئے گا، اس کے چہرے پر بادشاہی کی علامت ہو گی۔“

میں اپنے بارے میں حضور ﷺ کے یہ ارشادات سن کر بہت مسرور ہوا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اللہ، اللہ، حضرت جریر رضی اللہ عنہ کے عُلوّ مرتبت کی اس سے بڑی شہادت کیا ہو سکتی ہے کہ خود نطقِ رسالت ﷺ نے انہیں یمن کا بہترین شخص قرار

دیا۔ رضی اللہ عنہ (تیس پروانے شمع رسالت کے، از طالب ہاشمی)

رسول اکرم ﷺ شمشیر بکف نوجوان کو دیکھ کر مسکرا اٹھے!

بعثت کے ابتدائی زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دن مکہ میں ایک وحشت اثر خبر پھیل گئی۔ اس منحوس خبر نے پرستارانِ حق کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ ابھی ابو طالب زندہ ہیں اور بنو ہاشم کی تلواریں کند نہیں ہو گئیں۔ یہ خبر صحیح تھی یا محض افواہ تھی، اس کے بارے میں کوئی بھی یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ محمد ﷺ کو مشرکین نے گرفتار کر لیا ہے اور کچھ کا کہنا تھا کہ حضور ﷺ شہید کر دیے گئے ہیں۔ بنو ہاشم سخت غیظ و غضب کے عالم میں تھے، وہ اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانے کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ بنو اسد کے ایک نوعمر لڑکے کے کانوں میں بھی اس خبر کی بِھنک پڑ گئی۔ سولہ سال کی عمر کے اس کشیدہ قامت اور قوی الجثہ نوجوان کو رحمت عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ تھوڑی ہی دیر پہلے قیلولہ کرنے اپنے گھر آیا تھا۔ یہ خبر سنتے ہی تڑپ کر اٹھا، کھونٹی سے تلوار اتار کر اس کا نیام زمین پر پٹک دیا اور شمشیر بکف مکہ کی گلیوں میں کود گیا۔ اس کا رخ مکہ کے بالائی حصے میں واقع سرورِ عالم ﷺ کے کاشانہ اقدس کی جانب تھا۔ اس وقت جوشِ غضب سے اس کا چہرہ تمتما رہا تھا اور وہ نہایت تیزی سے گلیاں طے کر رہا تھا۔ جلد ہی وہ حضور ﷺ کے کاشانہ مبارک پر پہنچ گیا اور یہ دیکھ کر اس کی مسرت کی انتہا نہ رہی کہ مہبطِ وحی و رسالت خیر و عافیت کے ساتھ وہاں رونق افروز ہیں۔ حضور ﷺ شمشیر بکف نوجوان کو دیکھ کر متبسم ہو گئے اور فرمایا: "کیوں بھائی خیر تو ہے اس وقت تم شمشیر برہنہ سونت کر کیسے آرہے ہو؟"

نوجوان نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں نے سنا تھا کہ آپ کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے یا شاید آپ شہید کر دیے گئے ہیں۔"

ارشاد ہوا: "اچھا، تو یہ بات ہے اور اگر واقعی ایسا ہو جاتا تو تم کیا کرتے؟" نوجوان نے بے ساختہ عرض کیا: "یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں اہلِ مکہ سے لڑ تا" اس کا جواب سن کر رحمت عالم ﷺ کے روئے انور پر بشاشت پھیل گئی۔ آپ ﷺ نے اس نوجوان کے جذبۂ فدویت کی تحسین فرمائی اور اس کے حق میں دعائے خیر کی بلکہ اس کی تلوار کو بھی دعا دی کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہِ حق اور رسول برحق کی حمایت میں بلند ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے عاشق صادق یہ نوجوان بنو اسد کے گل سرسبد سیدنا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ تھے۔ (تیس پروانے شمع رسالت کے، از طالب ہاشمی)

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ مسکرا دیے

ذی قعدہ 6ھ میں رسول اکرم ﷺ چودہ سو صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے احرام باندھ کر مدینہ منورہ سے مکہ کو روانہ ہوئے۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے زبردست تیاریاں کیں۔ حضور ﷺ کو قریش کے عزائم کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے مکہ سے ایک منزل ادھر حدیبیہ کے میدان میں پڑاؤ ڈال دیا اور قریش کو پیغام بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں اور جنگ و جدال ہمارا مقصد نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قریش کچھ مدت کے لیے ہم سے صلح کا معاہدہ کر لیں۔ قریش نے اس کے جواب میں عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنا سفیر بنا کر دربار رسالت میں بھیجا۔ انہوں نے واپس جاکر قریش کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے صلح کر لینے میں ہی مصلحت ہے کیوں کہ میں نے مسلمانوں میں محمد ﷺ کی خاطر کٹ مرنے کا بے پناہ جذبہ دیکھا ہے۔ قریش نے عروہ کی بات نہ مانی، حضور ﷺ نے پھر ایک سفیر بھیجا، قریش نے اس سے بھی بدسلوکی کی اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے ایک دستہ بھیج دیا۔ مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا لیکن رحمت عالم ﷺ نے معاف فرما دیا اور اتمام حجت کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ قریش نے ان کو مکہ میں روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے قریش کی یہ حرکت ناقابل برداشت تھی۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے لڑنے مرنے پر تُل گئے اور سب نے ایک ببول کے درخت کے نیچے سرورِ کونین ﷺ کے دستِ مبارک پر موت کے لیے بیعت کی۔ اس کا نام بیعتِ رضوان ہے کیوں کہ اس بیعت سے مشرف ہونے والے جانبازوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی خوشنودی کی بشارت دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر صحیح نہیں تھی۔ تاہم مسلمانوں کا جوش و خروش دیکھ کر کفار کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ صلح کا معاہدہ کرنے پر تیار ہو گئے۔ شرائط صلح طے کرنے کے لیے انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر منتخب کیا۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کا معاہدہ معرضِ تحریر میں لانے کی خواہش کی۔ حضور ﷺ نے کتابتِ معاہدہ کی خدمت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کی اور ان سے فرمایا، لکھو:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سہیل چمک کر بولے۔ ہم نہیں جانتے رحمٰن کون ہے اس کے بجائے باسمک اللّٰھم لکھا جائے کیونکہ اللّٰھم کے بارے میں ہم اور آپ متفق ہیں۔"

اس موقع پر موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مصر ہوئے کہ جو کچھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے، وہی مناسب ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے لیکن سرورِ عالم ﷺ نے متبسم ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اے برادر جس طرح سہیل کہتے ہیں، اسی طرح لکھ دو۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تعمیل ارشاد کی۔ اب حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ آگے لکھو:

" هذا ما قاضي عليه محمد رسول الله "

"یہ قرار داد جو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ لکھے تو سہیل نے اعتراض کیا:

"صاحب یہ الفاظ ہمیں منظور نہیں، ہم اگر محمد ﷺ کو رسول مان لیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ یہاں محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبد اللہ لکھیں۔"

حضور ﷺ نے فرمایا:

"میری رسالت تمہاری اور تمہارے موکلوں کی تصدیق کی محتاج نہیں میں ابن عبد اللہ بھی ہوں اور اللہ کا رسول بھی تاہم میں تمہاری بات مان لیتا ہوں۔" پھر آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"رسول اللہ ﷺ کے الفاظ مٹا کر ابن عبد اللہ لکھ لو۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں تو رسول اللہ کے الفاظ مٹانے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا: "اچھا تو کاغذ ادھر لاؤ۔"

جب کاغذ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کے الفاظ مٹا دیے اور ان کی جگہ ابن عبد اللہ لکھوایا۔ یہ مرحلہ طے ہو جانے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "لکھو، قریش کو مسلمانوں کے عمرہ کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔"

سہیل: "خدا کی قسم! ہم یہ نہیں مانیں گے کہ آپ اس سال عمرہ کے لیے مکہ میں داخل ہوں۔ اس طرح تو سارا عرب ہمیں بزدلی کا طعنہ دے گا۔ ہاں آئندہ سال آپ طواف کے لیے آسکتے ہیں۔"

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "چلو یونہی سہی" چنانچہ یہ شرط تحریر میں آگئی۔

(تیس پروانے شمع رسالت کے، از طالب ہاشمی)

☆☆☆

وفیات

☆ بریڈ فورڈ کے چوہدری شوکت علی اور چوہدری برکت علی کی والدۂ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔

☆ برٹن کے سابق امام وخطیب قاری فضل الرحمٰن کے والد ماجد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

☆ مولانا شفیق الرحمٰن شاہین کے ماموں گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔

☆ ڈڈلی کے ہارون رشید کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔

☆ ڈاکٹر عبد الرب ثاقب کے سگے چھوٹے ماموں رحیم شریف 75 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ اور ادارہ صراط مستقیم برمنگھم، ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

شیخ عبد العزیز الطریفی فرماتے ہیں:

المتكبرون أقل الناس فهما لأن قلوبهم مليئة بالوهم، وإذا جاءهم الحق فاض، قال الله: ﴿ سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ وأكثر الناس فهما المتواضعون.

"متکبر لوگ عقل وفہم میں سب سے کم تر ہوتے ہیں کیوں کہ ان کے قلوب واذہان ظن ووہم سے بھرے ہوتے ہیں؛ اسی لیے جب حق ان کے پاس آتا ہے تو باہر چھلک جاتا ہے؛ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: "میں عن قریب ان لوگوں کو اپنی آیتوں سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق غرور کرتے ہیں۔" اس کے برخلاف تواضع کرنے والے لوگ میں سب سے بڑھ کر فہم رسا کے حامل ہوتے ہیں۔"